مسیحِ ہدایت

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

تالیف

مولانا امان احمد قاسمی

سنہرا (بلرام پور) امبیڈکر نگر (فیض آباد) یوپی

مدرس دار العلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ، رائے گڈھ، مہاراشٹر

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ (آل عمران:۵۹)

مسیحِ ہدایت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

تالیف

مولانا امان احمد قاسمی
سنہرا (بلرام پور) امبیڈکر نگر (فیض آباد) یوپی
مدرس دارالعلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ، رائے گڈھ، مہاراشٹر

تفصیلات

اسم کتاب:	مسیحِ ہدایت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام
موئلف:	مولانا امان احمد قاسمی، سنہرا (بلرام پور) امبیڈکر نگر (فیض آباد) یوپی
طباعت:	۱۴۴۰ھ مطابق ۲۰۱۸ء
کمپوزنگ:	مفتی اظہر پٹیل صاحب
معاون:	اسامہ نور متولی، سہیل عبد القادر خان، عرفات ایوب پٹیل
تعدادِ صفحات:	۹۶

فہرست

تقریظ

از حضرت مولانا مفتی عبد الرشید صاحب المظاہری مد ظلہ العالی شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ، بانی جامعہ محمودیہ عبد اللہ پور رہایت پور روڈ، ضلع سلطان پور، خلیفہ و مجاز حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مسیح ہدایت حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام)

حامداً و مصلیاً و مسلماً امابعد! اسلامی عقیدے اور نصوص کی تصریحات کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر جانی جاتی ہے کہ حضرت عیسی علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام وقت ولادت سے آج تک اور آخر زمانہ تک ایک مثالی اور امتیازی شان رکھتے ہیں وہ اولوالعزم پیغمبروں اور رسولوں میں ہیں. ان کے اور نبی آخر الزماں علیہما الصلوۃ والسلام کے درمیان کسی اور نبی اور رسول کا واسطہ نہیں ہے خود حضرت عیسی علیہ السلام نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و بعثت کی خبر دے کر گئے ہیں اور عیسی علیہ السلام کی جہاں بہت سی خصوصیات ہیں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حامل مقام نبوت و رسالت ہونے کے ساتھ ساتھ امت محمدیہ کے اعلی ترین فرد ہیں اور ان کے ذمہ نمایاں ترین کام منجانب اللہ عطا ہوئے ہیں، امت محمدیہ کے واسطے بے بدل نعمت عظمیٰ ہیں، اللہ تعالی نے انہیں بڑی عظیم خوبیوں اور خصوصیات سے نوازا ہے۔ قرب قیامت کے زمانہ میں اہل اسلام کے لئے عظیم اور کامیاب رہنما اور موجب تسلی اور مسیحا ہیں ان امور سے عام طبقہ ناواقف ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائیں حبیب گرامی قدر محب مکرم حضرت مولانا امان احمد صاحب زید مجدہ استاذ حدیث

دارالعلوم الاسلامیہ العربیہ، تلوجہ، رائے گڈھ کو کہ انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلقہ امور کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنی علمی بصیرت فقہی مہارت اور فہم خداداد سے اس کے جملہ گوشوں پر نظر رکھتے ہوئے مناسب انداز میں پیش کیا ہے اور اس مسئلہ میں ذہنوں میں جو اعتراضات آتے ہیں یا آسکتے ہیں ان کو سوال وجواب کے انداز میں حل کرنے کی کامیاب سعی کی ہے حق تعالیٰ شانہ اس سعی کو دارین میں مشکور فرمائیں عوام وخواص کو اس سے منتفع فرمائیں اور آں بزرگوار کو مزید علمی دینی خدمات سے حظ وافر نصیب فرمائیں۔

بندہ عبدالرشید غفرلہٗ المظاہری

مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ یوپی

۲۳/ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ

مطابق ۳۱ دسمبر ۲۰۱۸ء

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی أبدع الأفلاک والأرضین والصلوٰۃ والسلام علی من کان نبیا و اٰدم بین الماء والطین وعلی اٰلہ وأصحابہ أجمعین أما بعد!

قال اللہ تعالی: اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ [آل عمران:۵۹]
وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ [الزخرف:۶۱]

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قَالَ رَسُولُ اللهِ : "كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ، وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ" (بخاري/٣٤٤٩) و قال: "لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، وَإِمَامًا عَدْلاً" (ابن ماجه/٤٠٧٨)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انبیاءِ بنی اسرائیل کے وہ آخری نبی و پیغمبر ہیں کہ جن پر پہنچ کر انبیاءِ بنی اسرائیل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد خاتم الانبیاء والرسل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد کی خوش خبری سنائی اور آپ کے بعد صرف نبوت محمدی ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی ذات بابرکت خدا تعالیٰ کی شانِ قدرت کا ایک عجیب و غریب کرشمہ ہے جنہیں روز اول ہی سے سچے نبی ہونے کی متعدد علامات کے ساتھ پیدا کیا گیا تھا اور عجیب و غریب اور روشن و واضح معجزات کے ساتھ مبعوث کیا گیا تھا مثلاً بغیر باپ کے کنواری مقدس مریم کے بطن سے پیدا ہونا، شیر خوارگی کے زمانہ ہی میں ماں کی گود میں لوگوں سے دانش مندانہ کلام کرنا،

آپ کی من موہنی صورت دیکھ کر لوگوں کا آپ کا گرویدہ ہو جانا، باذن اللہ مُردوں کو زندہ کر دینا، مٹی کے پرندوں میں پھونک مار دینے سے انکا زندہ ہو کر اڑنے لگنا، مادر زاد اندھوں اور کوڑھ زدہ مریضوں کو ٹھیک کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

سن عیسوی آپ ہی کے نام سے جاری ہے، آپ کو یہود بے بہبود کی رشد و ہدایت کی خاطر آخری تنبیہ کے طور پر اُن کی طرف بھیجا گیا تھا لیکن بجائے اس کے کہ یہود آپ کو اپنی آخری تنبیہ سمجھتے اور آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لا کر اِس نعمتِ عظمیٰ کی قدر دانی کرتے آپ کی تکذیب و تردید کر ڈالی آپ کے جانی دشمن بن گئے، آپ کی اور آپ کی پاکیزہ ماں مریم کی شان میں حد درجہ گستاخی سے پیش آئے، درپئے ایذاء ہوئے حتی کہ قتل و سولی تک کی ناپاک سازش کر ڈالی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری ناپاک تدابیر و چالوں کو ناکام فرما کر آپ کو بعمر ۳۳ سال زندہ و سلامت آسمان پر اٹھالیا۔

اب آپ آسمان پر موجود ہیں، قربِ قیامت دوبارہ تشریف لائیں گے، دجال اکبر کو قتل کریں گے، دنیا میں نفاذ شریعت اور شرع محمدی قائم کریں گے اس کے بعد اسی زمین پر آپ کی طبعی وفات ہو گی اور روضۂ اقدس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پہلو میں مدفون ہوں گے چونکہ آپ کا رفع آسمانی، اور باحیات آسمان پر موجود ہونا و قربِ قیامت قتلِ دجال کے واسطے دوبارہ آسمان سے نزول فرمانا اور آنے کے بعد لوگوں کا آپ پر ایمان لانا اور آپ کی تائید و نصرت کرنا وغیرہ باتیں اسلامی عقائد سے تعلق رکھتی ہیں کہ جن سے امت محمدیہ مرحومہ کا اکثر طبقہ اپنی کم علمی کی وجہ سے ناواقف ہے اور دوسری طرف جھوٹے مُدَّعِیان کی بھی کمی نہیں کہ آئے دن کوئی نہ کوئی عیسیٰ مسیح کا جھوٹا دعویٰ کر کے ناخواندہ و سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر اپنی عاقبت کی خرابی اور ان کے ایمان کی

بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔

اس لئے حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی ذات وصفات کا تعارف کرایا جائے اور ان کے قبل النزول وبعد النزول کے حالات اور ان سے متعلق اسلامی و غیر اسلامی عقائد سے امت محمدیہ مرحومہ کو واقف کرایا جائے اسی مقصد نیک کی خاطر بندۂ ناچیز کی یہ حقیر وادنٰی کوشش ہے۔ اللہ رب العزت اسے شرفِ قبولیت بخشے اور اس کے جملہ اعزہ و اقارب کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے آمین یارب العالمین!

امان احمد قاسمی

سنہرا (بلرام پور) امبیڈکر نگر (فیض آباد) یوپی

خادم مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ رائے گڑھ مہاراشٹر

۱۳ محرم الحرام ۱۴۴۰

عیسیٰ علیہ السلام کا نام اور وجہِ تسمیہ

آپ کا نامِ نامی اسم گرامی عیسیٰ ہے۔ عیسیٰ سُریانی لفظ ہے جو مُشتَق ہے یَسُوع سے جس کے معنیٰ "مبارک" کے ہیں۔ آپ چونکہ بابرکت تھے اس لیے آپ کا نام عیسیٰ پڑا۔

یا یہ "اَلعِیس" سے ماخوذ ہے۔ اور "عِیس" اس سفیدی کو کہتے ہیں جس میں سرخی غالب ہو چونکہ آپ کا رنگ گورا مائل بسرخی تھا اس لیے آپ کو عیسیٰ کہا گیا۔

القاب اور وجہِ تلقیب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعدد القاب ہیں (۱) مسیح (۲) روحُ اللہ (۳) کلمۃُ اللہ۔

مسیح: مسیح مُعَرَّب ہے "ماشِح" یا "مَشِیحا" عبرانی لفظ کا جس کے معنیٰ "مبارک" کے ہیں۔ یا یہ عربی لفظ ہے جو ماخوذ ہے "مَسْحٌ" سے جس کے معنیٰ "چھونے" کے ہیں، اگر اس چھونے کا تعلق ہاتھ سے ہو تو اس سے ان کے دستِ شفاء کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ آپ جس مریض و مصیبت زدہ کو چھو دیتے تھے وہ بحکمِ الٰہی صحت یاب ہو جاتا تھا اس لیے آپ کو مسیح کہا جانے لگا۔

اور اگر پاؤں سے زمین کا چھونا مراد ہو تو سیر و سیاحت اور کثرتِ سفر مراد ہے چونکہ آپ نے دعوت و تبلیغ کی لائن سے بہت اسفار کیے ہیں اس لیے آپ کا لقب مسیح پڑا۔

تنبیہ

دجال اکبر کا لقب بھی مسیح ہے لیکن اس کا مسیح لقب پڑنا اس کے مَمْسُوحُ

العین ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ اس کی ایک آنکھ اور اَبرو بالکل سپاٹ، برابر اور بے نشان ہو گی۔

یا اس لیے کہ وہ مَمسوحُ الخیر یعنی خیر و بھلائی سے بالکل بے گانہ اور عاری ہے۔

یا اس لیے کہ وہ ضلالت و گمراہی پھیلانے کے لیے پوری دنیا کا چکر و پھیرا لگائے گا، پس حضرت عیسیٰؑ تو مسیح ہدایت ہیں اور دجالِ اکبر مسیح ضلالت ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃُ اللہ کہنے کی وجہ

(۱) امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بچہ کی پیدائش میں دو عامل کار فرما ہوتے ہیں، ایک عامل نطفۂ پدری اور دوسرا اللہ کا حکمِ کُن اور حضرت عیسیٰ کے حق میں چونکہ پہلا عامل (نطفۂ پدری) منتفی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مادّی اسباب کے واسطے کے بغیر صرف خدا کے کلمۂ کن سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے اس دوسرے عامل کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کو کلمۃُ اللہ کہا گیا ہے۔

(۲) کلمہ سے مراد بشارت اور بشارت سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ عیسیٰ کی جو بشارت حضرت مریم کو دی تھی اس میں چونکہ لفظ "کلمہ" کا استعمال کیا گیا تھا اس لیے آپ کو "کلمۃ اللہ" کہا گیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ "اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ [آل عمران:۴۵] وہ وقت یاد کرو! جب فرشتوں نے مریم سے کہا تھا کہ اے مریم! اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے ایک کلمہ کی خوش خبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہو گا جو دنیا و آخرت دونوں میں صاحب وجاہت ہو گا۔

عیسیٰ علیہ السلام کو روحُ اللہ کہنے کی وجہ

(۱) کیونکہ آپ کی پیدائش میں نطفۂ پدری کا دخل نہ تھا بلکہ وہ صرف کلمۂ کُن کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے اس لیے وہ اپنی نظافت وطہارت میں درجۂ کمال پر فائز تھے، پس عرف ومحاورہ کے اعتبار سے ان پر مبالغۃً روح کا اطلاق کر دیا گیا۔

(۲) "روح" اور "ریح" نفخ کے معنی میں بھی آتا ہے چونکہ آپ کی پیدائش نفخِ جبرئیل سے ہوئی تھی، یا مٹی کے بنے پرندے آپ کے پھونک مارنے سے زندہ ہو کر اڑنے لگتے تھے اس لیے آپ کو "روح" کہا گیا ہے۔

(۳) ان کو روح بایں معنی کہا گیا کہ ان کی برکت سے مردہ دلوں کو روحانی زندگی ملی۔

(۴) "روح" کا استعمال "راز" کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ اپنی عجیب وغریب پیدائش کے سبب چونکہ اللہ جلّ شانُہ کی ایک شان اور راز تھے اس لیے انہیں "روح" کہا گیا۔

تنبیہ: روح اللہ میں "روح" کی نسبت اللہ کی طرف بیتُ اللہ، کعبۃُ اللہ اور مساجدُ اللہ کی طرح محض تشریفًا وتکریماً ہے کہ اس سے صرف حضرت عیسیٰ کی روح کا معزز ومحترم ہونا بیان کرنا مقصود ہے۔ العیاذ باللہ! "روح اللہ" یا "روح منه" کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضرت عیسی، اللہ کا ایک جزء ہیں اور یہی روح حضرت عیسیٰ کی شکل میں ظاہر ہو گئی جیسا کہ عیسائیوں کا باطل عقیدہ ونظریہ ہے۔ اور بعض عیسائی جو روح اللہ" اور "روح منه" سے حضرت عیسیٰ کی جُزئِیَّت واِبنیت پر استدلال کرتے ہیں وہ سراسر باطل ہے کیونکہ "روح منه" میں لفظ "منه" جزئیت کے لیے نہیں بلکہ محض نسبت الی اللہ کے لیے ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش منجانب اللہ

ہوئی ہے جیسے کہ آیت کریمہ " وَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مِّنۡهُ " (النحل:۱۳) میں آسمان و زمین کی تمام چیزوں کی نسبت اللہ کی طرف ہے۔ ورنہ تو سارے عالم ہی کا اللہ کا جزء و حصہ ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ "روح منه" جیسی تعبیر و انداز "جمیعاً منه" میں بھی ہے۔

کنیت

آپ کی کنیت ابن مریمؑ ہے۔

وطن اور جائے پیدائش

ملک شام کے علاقہ ارضِ گلیل میں "ناصرہ" نامی ایک قصبہ آپ کا مادر وطن ہے۔ ولادت آپ کی بیت المقدس کے ایک گوشہ میں ہوئی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے صرف حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے ہوئی ہے اس لیے آپ اپنی ماں کی طرف منسوب ہو کر ابن مریم کہے جاتے ہیں۔

سوال: آپ کی پیدائش بغیر باپ کے کیوں ہوئی؟

جواب(۱): قادر مطلق خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے اظہار کے واسطے، کیونکہ تولید و پیدائش کے عقلاً چار طریقہ ہو سکتے ہیں (۱) مرد و عورت دونوں کے توسط سے۔ (۲) صرف عورت سے۔ (۳) صرف مرد سے (۴) مرد و عورت دونوں کے بغیر۔

اول صورت تو تمام انسانوں میں رائج ہے، دوسری صورت کا اظہار حضرت عیسیٰ ابن مریم میں، تیسری کا حضرت حوّا میں اور چوتھی کا حضرت آدم میں ہوا۔ تاکہ ہر طریقہ پر قادرِ مطلق خدا تعالیٰ کی مکمل قدرت کا اظہار ہو جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو بغیر باپ کے کیوں پیدا کیا گیا؟

بغیر باپ کے صرف ماں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتمُ النبیین ہونے کی دلیل ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبوت کے جو مختلف سلاسِل چل رہے تھے ان سب کو آپ کی ذات بابرکت میں جمع کیا جانا تھا اور حضرت عیسیٰ ہی انبیائے بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے جن کی نبوت کا زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے بالکل متصل تھا اور ان کی بعثت کا ایک اہم مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت وخوشخبری سنانا تھا پس ان کو بغیر باب پیدا کر کے گویا اللہ رب العزت کی طرف سے دنیا جہان والوں کے نام یہ پیغام ہے کہ جو ذات تَوالُد وتَناسُل کے چلنے والے قدیم سلسلے کے خلاف حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ صرف ماں سے پیدا کر سکتا ہے وہ قادرِ مطلق خدا نبوت اور رسالت کے تمام سلاسل کو ایک ہی ذات میں جمع کرنے پر بھی قادر ہے پس اگر اس نے نبوت اور رسالت کے تمام سلسلوں کو اپنے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں جمع کر کے خاتم الانبیاء ہونے کا حسین تاج ان کے سر پر سجایا ہے تو تم کو کوئی تعجب اور استبعاد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ نبوت کے تمام سلسلوں کا ایک ذات میں سمیٹ دینا اتنا مستبعد نہیں ہے جتنا کہ بغیر باپ کے انسانوں کو پیدا کرنا باعث استبعاد و تعجب ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک خصوصیت

ہر پیدا ہونے والے بچے کو خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی شیطان کچوکے لگاتا ہے جس کی وجہ سے وہ بچہ چیختا اور چلاتا ہے سوائے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کے کہ دونوں حضرات اس شیطانی مس اور کچوکے سے مامون و محفوظ رہے۔ **كما في البخاری قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ، فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ، غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: { وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ}**

ایک شبہ کا جواب: اگر کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام تو شیاطین سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں تو پھر حضرت عیسی علیہ السلام کے علاوہ دیگر تمام انبیاء اس شیطانی مس سے مامون و محفوظ کیوں نہ رہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام وساوس و اغوا شیطانی سے معصوم محفوظ ہوا کرتے ہیں کہ شیطان کی چال اور ان کا مکر و فریب انبیاء پر کچھ بھی اثر انداز نہیں ہوتا، ہاں البتہ شیطان ان کے جسموں کو مس اور کچوکے لگا سکتا ہے اور یہ جسمانی مس عصمت نبوت کے منافی نہیں ہے۔ **كما في حاشية الجلالين: بانهم معصومون من وسوسته و اغواءه لا من نخسه في اجسامهم فان ذلك لا يقدح في عصمتهم منه (۱/۵۰)**

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مبارک حُلیہ

(وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ) وجیہ و خوب رو، انتہائی حسین و جمیل "رَجُلٌ

مَربُوعٌ" معتدلُ القامت و میانہ قد "عریضُ الصدر" چوڑا سینہ "إلی الحمرۃِ و البِیَاضِ "رنگ سرخ و سفید، انتہائی گورا مائل بسرخی "سَبطُ الرأس" بال شانوں تک سیدھے انتہائی سیاہ، صاف و چمکدار جیسے غسل کے وقت ہوتے ہیں، سر جھکائیں گے تو اس سے موتیوں کے مانند قطرے ٹپکیں گے غرضیکہ بے حد خوبصورت زلفوں والے "کأحسن ما أنت راء من اللمم" کہ اس جیسی خوبصورت زلفوں والا انسان کسی نے دیکھا نہ ہو، دو ہلکے زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ کما في سنن أبي داود [٤٣٢٤]: "وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ، وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ" ایک زرہ بھی آپ کے جسم مبارک پر ہوگی "رجل علیه لامة" و في مسلم [٧٣٧٣] "إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ" کہ جب آپ اپنا سر جھکائیں گے تو پانی کے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو سر سے موتیوں کی طرح بوندیں (آپ کے رخ انور پر) گریں گی، صحابہ میں سے حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ ہیں۔

بعثتِ عیسیٰ علیہ السلام کے مقاصد قرآن کے مطابق

(۱) خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دینا۔

(۲) یہود کی تحریفات اور ان کے اختلافات مٹا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی صرف تجدید و تکمیل، نہ کہ کسی نئے دین یا عالم گیر رسالت کا اعلان۔

(۳) بنی اسرائیل کی رُشد و ہدایت اور ان کی اصلاح۔ کما قال اللہ تعالیٰ: "وَلَمَّا جَآءَ عِيۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِالۡحِكۡمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَـكُمۡ بَعۡضَ الَّذِىۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ‌ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ

فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ " [الزخرف:۶۴،۶۳] اور جب عیسیٰ کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تھے تو انہوں نے (لوگوں سے) کہا تھا کہ میں تمہارے پاس دانائی کی بات لے کر آیا ہوں اور اس لیے لایا ہوں کہ تمہارے سامنے کچھ وہ چیزیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری بات مان لو! یقیناً اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ اس لیے اس کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

(۴) خاتمُ النبیین حضرت احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد کی بشارت اور بنی اسرائیل سے سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کا اعلان۔ کما قال اللہ تعالی "وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ" [الصف:٦] اور وہ وقت یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریمؑ نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا ایسا پیغمبر بن کر آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور اس رسول کی خوش خبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے۔

معجزاتِ عیسیٰ

۱) عالمِ طُفولیت و صِغر سنی سے عاقلانہ و دانش مندانہ گفتگو کرنا۔ "وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا"

۲) مٹی کے بنے پرندوں میں پھونک مارنے سے ان کا زندہ ہو کر پرواز کر جانا۔ " اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ"

تنبیہ: پرند کی شکل بنانا تصویر ہے جو شریعت عیسوی میں جائز تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اس کا جواز منسوخ ہے۔

نکتہ: یہ معجزہ درحقیقت لوگوں کے لئے آپ کے بے باپ پیدا ہونے کی دلیل تھا کہ جب اللہ رب العزت میری پھونک کے ذریعے مٹی کی بے جان مورتیوں میں جان ڈال سکتا ہے تو کیا وہ ایک نفخۂ جبرائیل سے ایک پاکباز عورت کے رحم میں روح عیسوی نہیں ڈال سکتا۔

۳) کوڑھ و برص زدہ مریضوں کو ٹھیک کر دینا۔

۴) مادر زاد اندھوں کو بینا کر دینا، خطرناک سے خطرناک بیماری میں مبتلا شخص کا آپ کے دست شفا پھیر دینے سے اچھا ہو جانا۔ "وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ"

۵) مُردوں کو زندہ کر دینا، چنانچہ اپنے اپنے دوست آزر اور ایک بڑھیا کے لڑکے اور ایک عُشر وصول کرنے والے کی لڑکی کو زندہ کیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادے سام کی قبر پر پہنچے تو وہ زندہ ہو گئے۔

۶) لوگوں کی کھائی ہوئی چیز اور گھر میں جمع و ذخیرہ کی ہوئی چیزوں کی خبر دے دینا۔ "اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ"

۷) آپ کی دعا پر آسمان سے خوان کا اترنا۔

معجزات عیسوی کی حکمت

۱) ہر نبی و رسول کو ان کے زمانہ کے حالات کے مطابق معجزات عطا ہوئے ہیں اللہ رب العزت اپنے نبیوں اور رسولوں کی تائید و تصدیق اور ان کی امتوں پر اتمامِ حجت کے لئے ان نفوس قدسیہ کے دست حق پرست پر خارقِ عادت، عام

قانون قدرت سے جدا گانہ، اسباب وسائل کے بغیر کچھ ایسے مُحیّر العقول عجیب وغریب امور ظاہر فرماتا ہے جس کے مثل سے مخلوق بالکل عاجز و درماندہ ہو، اور لوگ ان خوارقِ عادت قدرت کو مدعیٔ نبوت ورسالت کے ہاتھ پر دیکھ کر یقین کر لیں کہ یہ شخص یقیناً برگزیدۂ خدا امامور ومؤید من اللہ ہے جس کی صداقت وبالاتری پر دلیل قائم کرنے کے واسطے من جانب اللہ یہ مافوق البشر قدرت کا اظہار ہوا ہے اور مخالفین ومنکرین سب کے سامنے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ اسی نبی اور رسول کی اتباع وانقیاد سے خدا تعالی تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے اور اسی کے دامن سے وابستگی کے بعد دنیاو آخرت کی کامیابی ہاتھ لگ سکتی ہے۔

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طب کا زمانہ تھا آپ کے زمانے میں یونان کے اطباء و حکماء کے ہاتھوں فن طب و حکمت بام عروج پر پہنچ چکا تھا اسی مناسبت سے اس کے مقابلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیاءِ موتی وابراءِ اکمہ وابرص جیسا عظیم معجزہ عطا کیا گیا اور اللہ تعالی نے آپ کو وہ ید شفاعطا فرمایا جس تک اطباءِ یونان کی سوچ بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔

۲) یہود کو خواب غفلت سے بیدار کرنا، یہود اس وقت بری طرح سے مادیت پرستی کے شکار ہو کر خدا اور یوم آخرت کو بھول چکے تھے حرص وہوس نے ان کی نظریں غیبی حقائق سے ہٹا دی تھیں اور وہ سفلی خواہشات کے غلام ہو کر حلال وحرام کی تمیز کھو بیٹھے تھے، معمولی مفادات کی خاطر بھی کتاب اللہ میں تحریف وتبدیل سے گریز نہیں کرتے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ان روحانی معجزات کے ذریعے یہود کی اس عقلیت پسندی اور مادیت پرستی پر کاری ضرب لگائی اور انہیں احساس دلایا کہ اللہ کی طاقت تمام مادی طاقتوں سے بالاتر ہے زمینی قوتوں کا غلام ہو کر آسمان والے کو بھلا دینا بدترین حماقت ہے، حضرت عیسیٰؑ نے اپنے دینی

وروحانی قوتوں کے اظہار سے ظاہر بینوں اور مادیت پرستوں کو سبق دیا کہ سب کچھ صرف وہی نہیں ہوتا جو آنکھ سے نظر آتا ہے بلکہ اس سے آگے جہاں اور بھی ہے۔

معجزات عیسوی یہودیوں کے لئے بے اثر

لیکن افسوس صد افسوس یہود بے بہبود کی ضد اور ان کی سیاہ بختی پر کہ ان عظیم الشان معجزات عیسوی کا ان پر کچھ بھی اثر نہ ہوا بلکہ خود صاحب معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام ہی کے جانی دشمن بن گئے اور درپئے قتل ہوگئے، قریب تھا کہ وہ اپنی ناپاک سازش سے آپ کو قتل کر ڈالتے لیکن عین اس وقت کی یہ اپنی ناپاک سازش میں کامیاب ہوتے خدا تعالی کا غیبی نظام حرکت میں آیا اور آپ کو بحفاظت زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا۔

اب پھر جب قرب قیامت مادیت پرستی کے سب سے بڑے علمبردار دجال اکبر کے زمانے میں خداوآخرت بیزاری اور روحانیت کے مقابلے میں مادیت پرستی اپنے عروج پر پہنچے گی، تو پھر دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے اور آپ کی روحانی طاقت کے سامنے پھر مادیت شرمسار ہوگی اور مادیت کا سب سے بڑا عفریت وبت دجال اکبر ڈھیر ہوگا اور مادیت پر روحانیت کو غلبہ وفتح عظیم حاصل ہوگی جیسا کی ہر زمانے میں ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ آسمانی اور انکے اِبراءِ اَکْمَہ و اَبْرَص جیسے عظیم الشان معجزات سے تو ان کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت وفوقیت ثابت ہوتی ہے؟

جواب: بالکل نہیں! کیونکہ یہ سب حضرت عیسی علیہ السلام کی جزئی فضیلت ہے جبکہ مدارِ افضلیت کلی فضیلت ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل

ہے پس آنحضور ہی تمام انبیاءؑ میں سب سے افضل و برتر ہوئے۔

عقیدۂ نزولِ عیسیٰ مسیح علیہ السلام

قیامت کی علاماتِ کُبریٰ و قریبہ میں سے ایک عظیم الشان علامت اور عقائدِ اسلام میں سے ایک اہم ترین عقیدہ قربِ قیامت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر اترنا بھی ہے، جو بے شمار احادیثِ متواترہ اور اجماع جیسے قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ عہدِ صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک بالتواتر وبالتسلسل منقول ہوتے چلا آرہا ہے۔ **كما قال ابن كثير رحمه الله: وقد تواترت الأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أخبر بنزول عيسى قبل يوم القيامة إماما عادلا**" کہ بالتواتر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث منقول ہیں کہ آپ ﷺ نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے امام عادل بن کر تشریف لانے کی خبر دی۔

پس نزولِ عیسیٰ کے عقیدہ پر ایمان لانا فرض و ضروری ہے اور اس کا انکار یا اس میں کسی قسم کی تاویل و تشکیک سراسر زیغ و ضلال اور کفر والحاد ہے۔ **أعاذنا الله منها. كما في مقدمة عقيدة الإسلام: فالإيمان بها واجب والإنكار عنها كفر والتأويل فيها زيغ و ضلال و إلحاد.**

اور شرح مسلم میں ہے کہ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ احادیث صحیحہ کی بنیاد پر اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول فرمانا اور ان کا دجال کو قتل کرنا حق اور سچ ہے اور عقل و نقل یعنی شریعت کے کچھ خلاف نہیں۔ پس اس عقیدے کی اتباع اور اس کا یقین ضروری ہے۔ **كما في شرح مسلم للنووي ج۱۸ ص۲۸۷: قال القاضي رحمه الله: نزول عيسى عليه السلام**

و قتله الدجال حق و صحيح عند أهل السنة و الجماعة للأحاديث الصحيحة في ذلك و ليس في العقل و لا في الشرع ما يبطله فوجب اتباعه".

عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے متعلق اہل سنت والجماعت کا موقف و نظریہ

تمام اہلِ حق و اہلِ سنت والجماعت نصوصِ صریحہ اور براہینِ قطعیہ کی روشنی میں اس امر پر مجتمع و متفق ہیں اور بصمیمِ قلب اس بات پر پختہ ایمان و اذعان رکھتے ہیں کہ مسیحُ الہدیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہرگز یہود بے بہبود کے ناپاک ہاتھوں مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ اپنے جسمِ اطہر کے ساتھ زندہ و سلامت یہودیوں کے نرغے و محاصرے سے آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں اور اِس وقت آسمان پر موجود ہیں۔ کما قال اللہ تعالی: وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ: کہ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [المائدۃ:۱۵۷]: بلکہ تدبیرِ حق جلّ مجدہُ نے ان کو شبہ میں ڈال دیا (کہ اپنے ہی ایک آدمی کو کہ جسے عیسیٰ مسیح کی شکل و صورت میں تبدیل کر دیا گیا تھا قتل کر کے خوش ہو گئے۔) وقال: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا [المائدۃ:۱۵۸]: کہ یقیناً یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف (روح مع الجسد زندہ آسمان پر) اٹھا لیا ہے۔ (اور کوئی شخص اس امر کو بعید و محال نہ سمجھے کیونکہ) اللہ رب العزت ہر چیز پر غالب و قادر ہے اور اس کا ہر کام حکمت آمیز ہے۔

کیونکہ عیسیٰ نام صرف روح کا نہیں ہے بلکہ روح مع الجسم دونوں کا ہے اور اپنی طرف اٹھا لینا روح مع الجسد زندہ اٹھا لینے کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہی اس کا معنی حقیقی ہے پس بلا ضرورت حقیقی معنی چھوڑ کر کوئی اور معنی مراد لینا درست نہیں۔

اور "وماقتلوه يقينا" کا کلمہ و انداز بھی عدم قتل کے ساتھ رفع مع البدن

والروح پر واضح دلیل ہے کیونکہ اگر موت مراد ہوتی تو "وماقتلوه وماصلبوه" کے ساتھ "بل مات" بھی کہا جاتا کہ حضرت عیسیٰ مقتول ومصلوب تو نہیں ہوئے البتہ اپنی طبعی موت مر گئے۔

اور آج تک تمام مفسرین ومحدثین نصوص سے یہی سمجھتے آئے ہیں اور اسی بات پر ان سب کا اجماع واتفاق رہا کہ حضرت عیسیٰ اپنے جسم عنصری ہی کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تخلیص الجبیر ۲/ ۴۶۲ کتاب الطلاق میں فرماتے ہیں "أما رفع عيسىٰ فاتفق أصحاب الأخبار والتفسير على أنه رفع ببدنه حياً" کہ بہرحال عیسیٰ کا رفع یعنی آسمان پر اٹھایا جانا تو اس سلسلے میں تمام محدثین ومفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اپنے جسم کے ساتھ زندہ اٹھائے گئے ہیں۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں "وهو حي في السماء (روح المعانی) اور قربِ قیامت اِس امت کے آخری دور میں مسیحِ ضلالت دجالِ اکبر کے قتل کے واسطے آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے، اور جیسا کہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے قال الحسن رضی اللہ عنہ ان عيسىٰ لم يمت وانه راجع قبل يوم القيامة کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں ہیں اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹے گیں۔ (رواہ الطبری فی جامع البیان) دجال اکبر کو قتل کریں گے اور حضرت مہدی اور ان کے رفقاء کے ساتھ ملکر اپنے تمام مخالفین ومعاندین یہود وغیرہ پر فتح وظفر حاصل کریں گے۔ یہودیت وعیسائیت اور دیگر تمام ادیانِ باطلہ کو ختم کر کے پرچمِ اسلام کو دنیا پر لہرادیں گے اور ساری دنیا میں مذہبِ اسلام کو قائم اورنافذ فرمائیں گے اور آخر میں اپنی طبعی موت سے وفات پائیں گے۔ كما في ابن ماجه ۴۰۷۸]: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، وَإِمَامًا

عَدْلًا، فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ". وفي مسلم [۳۹۱]: "وَاللهِ، لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ، وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ" کہ قسم بخدا وقوعِ قیامت سے پہلے ضرور بالضرور عیسیٰ ابن مریم حاکمِ منصف اور امامِ عادل بن کر اتریں گے پس صلیب کو توڑیں گے (یعنی دین عیسائیت کی علامت و پہچان اور ان کے باطل عقیدۂ کفارہ کی نشانی صلیب کو مٹا دیں گے اور اس کی پرستش ختم کر دیں گے۔) اور خنزیر کو قتل کریں گے (یعنی تردیدِ نصاریٰ اور ان کی تحریفات مٹانے کے واسطے ان میں حرمتِ خنزیر کا اعلان کریں گے کہ جس کو عیسائی اِس وقت حلال سمجھ کر بڑے مزے سے کھا رہے ہیں۔) اور جزیہ لینا بند کر دیں گے (یعنی قتل دجال کے بعد لوگوں سے صرف اسلام پر راضی ہوں گے اور جو لوگ اسلام قبول نہ کریں گے قتل کر دیے جائیں گے پس اس طرح دنیا میں نہ کوئی کافر بچے گا اور نہ کوئی ذمی کہ اس سے جہاد کرنے یا جزیہ وصول کرنے کی ضرورت پڑے۔)

اور سنن اَبی داود میں ہے [۴۳۲۴] قال النبي صلى الله عليه وسلم "لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ - يَعْنِي عِيسَى - وَإِنَّهُ نَازِلٌ.. فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ" کہ میرے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ آسمان سے نزول فرما کر لوگوں سے اسلام پر جہاد کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے یعنی دین عیسائیت، یہودیت اور تمام ادیانِ باطلہ کو ختم کر دیں گے اور جزیہ لینا بند کر دیں گے اور اللہ رب العزت آپ کے مبارک زمانہ میں اسلام کے علاوہ تمام ادیان و مذاہب کو ختم کر دے گا اور آپ کے ہاتھ مسیحِ ضلالت دجال اکبر کو قتل کرائے گا۔

اور ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت ذکر کرتے ہوئے یوں فرمایا: " إِنَّهَا (الساعة) لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ - فَذَكَرَ -الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رواہ مسلم / ۴۳۱۱) کہ ہر گز قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ اس سے پہلے تم دس علامتیں نہ دیکھ لو اور مِن جُملہ ان علامات میں سے ایک علامت آپ نے نزولِ عیسیٰ ابن مریم کو ذکر فرمایا۔

سوال: کیا قرآن میں بصراحت حیاتِ عیسیٰ و نزولِ عیسیٰ کا ذِکر ہے؟

جواب نمبر(۱): قرآن کریم میں ہر چیز کا بصراحت و بالتفصیل مذکور ہونا ضروری نہیں، قرآن موضع اجمال ہے تفصیل کی جگہ تو احادیث نبویہ ہیں، اصالۃً ہدایت کا سرچشمہ قرآن پاک ہے کما قال اللہ تعالی "هُدىً لِلنَّاسِ / تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ " لیکن اس میں عموماً بنیادی اصولی اور دینی امور کو بطور ضابطۂ کلیہ اجمالاً واختصاراً بیان کیا گیا ہے اور تفصیلات اور تشریحات کا بیان کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردیا گیا ہے کما قال اللہ تعالی "وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" (النحل:۴۴) کہ ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کردو جو ان کے لئے اتاری گئی ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں)۔

اور " وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى " (النجم:۴،۳)(اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے) جیسی آیات سے آپ کی احادیث و تشریحات کی حُجیت کو بیان کرکے اس کی

اتباع اور پیروی کو" وَ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ٭ وَ مَا نَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا "(الحشر:۷)(اور رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ) "مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ "(النساء:۸۰) (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی)"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ "(النساء:۵۹)(اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو) کے ذریعے لازم اور ضروری قرار دے دیا گیا ہے پس ہر چیز کی پوری تفصیل و تشریح قرآن پاک میں ڈھونڈنا حد درجہ حماقت اور نادانی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرفوع الی السماء ہونا تو منصوص قرآنی ہے جس کو قرآن کریم میں بل رفعه الله اليه کے ذریعے "وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ "(کہ نماز قائم کرو اور زکاۃ دو) اور "وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا "(اور لوگوں میں جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر اللہ کے لئے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے) جیسی آیات کی طرح مختصراً بیان کیا گیا ہے اور باقی تفصیلات اور تشریحات مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع جسمِ عنصری زندہ اٹھایا جانا اور اسی کیفیت کے ساتھ آسمان پر موجود ہونا اور قربِ قیامت زمین پر اترنا وغیرہ بے شمار احادیث میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن کے رد و انکار کی بالکل گنجائش نہیں۔

جواب (۲): ایک دم بصراحت اگرچہ نہیں، لیکن قریب بصراحت ضرور ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ فرمائیں!

آیت(۱) کما قال اللہ تعالیٰ "وَ اِنۡ مِّنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِہٖ قَبۡلَ مَوۡتِہٖ" [سورۃ النساء/۱۵۹] (اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنی

موت سے پہلے ضرور بالضرور عیسیٰ پر ایمان نہ لائے)

کہ "قَبْلَ مَوْتِهِ" میں "ہ" (ضمیر) کا مرجع اور مصداق حضرت عیسیٰ ہیں، اور آیت کی تفسیر یہ ہے کہ ہر کتابی (خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی) قربِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر اترنے کے بعد (ان کی وفات سے پہلے) ان پر ایمان ضرور لائے گا۔ کیونکہ نزولِ عیسیٰ کے بعد یہود و اہل کتاب کے لیے زمین تنگ ہو جائے گی۔ انکے واسطے نہ جائے ماندن و نہ جائے رفتن کی صورت حال پیدا ہو جائے گی، اب وہ یا تو آپ پر ایمان لائیں گے یا تو مقتول ہو کر جہنم رسید ہوں گے، کیونکہ آپ اسلام کے سوا کسی اور چیز پر راضی ہی نہ ہوں گے۔

اور یہ تفسیر صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہے اور حدیثِ صحیح سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ایک مرتبہ صحابیٔ رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نزول عیسیٰ ابن مریم کے متعلق لوگوں کے سامنے حدیث بیان فرمائی کہ " حضرت عیسیٰ ضرور بالضرور آسمان سے تشریف لائیں گے ، اسکے بعد حاضرین سے فرمایا "اقرءوا ان شئتم "کہ اگر تم لوگ قربِ قیامت نزولِ عیسیٰ ابن مریم کی دلیل قرآن مقدس میں دیکھنا چاہو تو اِس آیت کو پڑھ لو، اور آپ رضی اللہ عنہ نے دلیل میں یہی آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی، اور "قبلَ موتِه" کی تفسیر "قبلَ موتِ عیسی" سے فرمائی، اور آپ نے "قبلَ موتِ عیسی" کا لفظ تین مرتبہ دہرایا۔ کما في الطبراني عن أبي هريرة أنه قال لينزلن ابن مريم حكما عدلا فليقتلن الدجال و ليقتلن الخنزير وليكسرن الصليب و تكون السجدة واحدة لله رب العالمين" حضرت حنظلہ - جو ابو ہریرہ سے اس حدیث کے راوی ہیں - کہتے ہیں: ثم قال أبو هريرة: اقرؤوا إن شئتم " ومن أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته" قال أبو هريرة: قبل موت عيسى يعيدها ثلاث مرات. پس تفسیرِ

ہذا کے مطابق گویا کہ آیتِ ہذا بصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم آسمان پر زندہ و باحیات موجود ہیں، قربِ قیامت زمین پر تشریف لائیں گے، ان کے نزول سے جو حکمتیں وابستہ ہیں ان کی تکمیل کے بعد اسی زمین پر وفات پائیں گے اور ان کی تدفین عمل میں آئے گی اور تمام لوگوں کی طرح آپ بھی "مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَ فِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى" [طٰہٰ:۵۵] (اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے ایک مرتبہ پھر تمہیں نکال لائیں گے۔) کے عموم کے تحت داخل ہو کر اس کے مصداق بنیں گے۔ کما قال النبي صلى الله عليه وسلم: ثم يموت فيدفن معي في قبري فأقوم أنا و عيسى في قبر واحد بين أبي بكر وعمر ". (مشکوۃ) کہ پھر عیسیٰ وفات پائیں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن ہوں گے، پس ہم اور عیسیٰ ابن مریمؑ ابو بکر اور عمر کے درمیان ایک ہی قبر سے اٹھیں گے، وفی مسند احمد (۸۹۲۰) "ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون" کہ پھر ان کی وفات ہو گی اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے "

آیت (۲) کما قال اللہ تعالیٰ: وَ اِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوۡنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ "[الزخرف: ۶۱] اس میں بھی حیاتِ عیسیٰ و نزولِ عیسیٰ کا ذکر ہے کیونکہ یہاں بھی مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک "إنه" کی ضمیر کا مرجع و مصداق حضرت عیسیٰ ہیں اور سیّد المفسرین حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ انھوں "وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ" کی تفسیر خروج عيسىٰ قبلَ يومِ القيامة سے ہی فرمائی ہے۔ كما في تفسير ابن كثير: عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله تعالى: "وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ" قال: خروجُ عيسى عليه السلام قبل يوم القيامة". پس

آیت کا ترجمہ و مفہوم یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت کی ایک علامت ہیں (جو قرب قیامت ان کے آسمان سے زمین پر نزول کرنے کی شکل میں ظاہر ہو گی، پس تم وقوعِ قیامت میں شک نہ کرو۔).

آیت (۳): وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا [آل عمران:۴۶] (اور وہ (عیسیٰ) گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرے گا اور بڑی عمر میں بھی) اس آیت سے بھی حیات عیسیٰ و نزول عیسیٰ پر روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ آیت مذکورہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دو صفات اور دو خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔

خوبی (۱): آپ کا زمانۂ شیر خوارگی و عالمِ طفولیت میں ماں کی گود کے اندر کہ جس وقت بچے بولنے اور بات کرنے کی قدرت و صلاحیت نہیں رکھتے، خرقِ عادت اعجازی طور پر عاقلانہ و دانشمندانہ اور فصیح و بلیغ کلام کرنا ہے، اور آپ کا یہ معجزہ بوقتِ ولادت ظاہر ہو چکا ہے جیسا کہ اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں موجود ہے:

"قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا وَ السَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا" (مریم:۲۹ تا ۳۳) لوگوں نے کہا بھلا ہم اس سے کیسے بات کریں جو ابھی پالنے میں پڑا ہوا بچہ ہے؟ (اس پر) بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور جہاں بھی رہوں مجھے بابرکت بنایا ہے۔ اور جب تک زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے۔ اور مجھے اپنی والدہ کا فرماں بردار بنایا ہے، اور مجھے سرکش اور سنگ دل نہیں بنایا۔ اور (اللہ تعالٰی کی طرف سے) سلامتی ہے مجھ پر اس دن بھی جب میں پیدا ہوا اور اس دن بھی جب میں مروں گا اور اس دن بھی جب مجھے دوبارہ

زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔

خوبی(۲): آپ کا کہولت و زمانۂ ادھیڑ عمر میں بھی مثل زمانۂ شیر خوارگی کے معجزانہ طور پر کلام کرنا ہے، جبکہ حضرت عیسیٰ کو زمانۂ کہولت سے پہلے ہی عین عنفوان شباب ۳۳سال کی عمر میں آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا، اُنہیں کہولت و ادھیڑ عمر کا زمانہ نصیب ہی نہ ہوا۔ **كما في روح المعاني: "عن زيد بن أسلم: أنه رفع الي السماء وهو ابن ثلاث و ثلاثين سنة"** اور قرآن کے بیان اور اسکی خبر کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے، لہذا انکا دنیا میں دوبارہ نزول بھی ضروری ہے تاکہ ادھیڑ عمر میں ان سے کلام کا صدور ہو اور بچپن میں کلام کرنے کے معجزہ کی طرح انکا ادھیڑ عمر میں بھی بات کرنا معجزہ ثابت ہو اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب پھر آپ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں اور زمانۂ کہولت میں لوگوں سے کلامِ رشد و ہدایت ارشاد فرمائیں۔ **كما قال ابن جرير عن ابن زيد في تفسير هذه الآية: " سيكلمهم اذا قتل الدجال وهو يومئذ كهل ، دلت الآية على نزوله إلى الأرض فافهم"** کہ عنقریب حضرت عیسیٰ قتل دجال کے بعد لوگوں سے کلام کریں گے اس وقت وہ کہولت کی عمر میں ہوں گے۔، آیت کریمہ ان کے زمین کی طرف اترنے پر دلالت کرتی ہے پس اس کو سمجھو!

آیت (۴) "وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ" [آل عمران:۴۸] (اللہ تعالی ان کو قرآن سکھائیں گے، حدیث سکھائیں گے، تورات سکھائیں گے اور انجیل سکھائیں گے۔)

یہ بات فرشتے نے حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی خوش خبری دیتے ہوئے کہی تھی۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں رہے، قرآن نہیں اترا تھا، قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے، اور حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں، وہ بھی وجود میں نہیں آئی تھیں، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی قرآن وحدیث کب سکھائیں گے؟ اس میں صاف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری دور میں اترنا ہے، جب دنیا میں قرآن وحدیث کا وجود ہو جائے گا اس وقت اللہ تعالی قرآن وحدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سکھلائیں گے، پس پہلا اشارہ تو آیت پاک میں یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی، جیسا کہ عیسائیوں کا اور یہودیوں کا عقیدہ ہے، ان کے خیال فاسد کو قرآن نے رد کیا ہے۔ "وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ" (النساء آیت: ۱۵۷) بلکہ اللہ تعالی نے ان کو اپنے پاس اٹھالیا ہے، کیوں اٹھالیا ہے؟ ان کو آخری دور میں اتارنا ہے، اور ان کو قرآن وحدیث سکھانا ہے، اور دوسرا اشارہ یہ ہے کہ نزول کے بعد آپ شریعتِ محمدی پر عمل کریں گے، ورنہ قرآن وحدیث سکھانے کی کیا ضرورت تھی؟

وقتِ نزول

آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور ان کی تشریف آوری ایک مخصوص وقت میں ہوگی، اور یہ وہ وقت ہوگا جب کہ بدی کا محور، سراپا شر دجال اکبر طرح طرح کی فریب کاری وکرشمہ سازی میں مصروف ہوگا اپنے مُحَیِّر العقول چمتکار و شعبدہ بازی کے ذریعے اپنی مصنوعی وفرضی خدائی کا ڈنکا بجا کر پوری دنیا میں فتنہ و فساد کا ایک بھیانک طوفان کھڑا کر چکا ہوگا اور پوری کائنات کی تسخیر کا ناپاک ارادہ لے کر دندناتا پھر رہا ہوگا لوگ اسکی سحر کاری وجادوگری کے سامنے بے بس ہو چکے

ہونگے اور کسی بھی فرد میں اس سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہ جائے گی اور وہ طوفانی طور پر مکہ و مدینہ کے علاوہ پوری دنیا میں ہنگامہ آرائی کرکے اپنی قتل گاہ ملک شام دِمَشق پہنچے گا، اور اس وقت ملک شام اسلام کا مرکز اور اسلامی لشکر گاہ ہوگا جہاں حضرت مہدی اور مسلمان فتح قسطنطنیہ کے بعد جمع ہوکر دجال اور لشکر دجال سے مقابلہ آرائی کے لئے زور شور سے تیاری میں مصروف ہوں گے لیکن صورتِ حال پوری طرح دجال کے موافق ہوگی، کیونکہ اس کے پاس زبردست مادی طاقت ہوگی، دجال حضرت مہدی اور ان کے پیروکار اسلامی مجاہدین کو شام بیت المقدس کے جبلُ الدخان نامی پہاڑ پر محصور کرکے انہیں سخت مشقت وتکلیف میں ڈال دے گا، لوگ انتہائی فقروفاقہ میں مبتلا ہوجائیں گے، حتی کہ لوگ شدت بھوک کی وجہ سے اپنی کمان کی تانت تک کھانے پر مجبور ہوجائیں گے **"فيصبح جوع شديد حتى يأكلوا أوتارهم وقسيهم"**(عقیدۃ الاسلام:۸۳)، **وكما في التذكرة للقرطبي وفي مسند أحمد: فيفر الناس إلى جبل الدخان وهو بالشام فيأتيهم (الدجال) فيحاصرهم فيشد حصارهم و يجهدهم جهدا شديدا". وفي مصنف عبد الرزاق:" وبقية المسلمين يومئذ معتصمون بذروة جبل من جبال الشام فيحاصرهم الدجال نازلا بأصله"**

بالآخر محصورین طولِ محاصرہ و شدتِ تکلیف سے تنگ آکر اپنے امام و امیر حضرت مہدی کی تشجیع وترغیب سے شہادت یا فتح پانے کے لیے بیعت علی الموت کریں گے، اور ایک آرپار اور فیصلہ کن جنگ کی تیاری میں مصروف ہوجائیں گے۔ **كمافي المصنف:"حتى إذا طال عليهم البلاء.. فيبايعون على الموت بيعة"**

ایک صبح نماز فجر کے بعد مومنین دجال اور لشکر دجال پر حملہ آور ہونے کا پختہ ارادہ کر چکے ہوں گے، چنانچہ نماز فجر کے لیے صف بندی ہورہی ہوگی،

حضرت مہدی کی اقتداء و امامت میں ادائیگیٔ نماز کے واسطے اقامت کہی جاچکی ہو گی، امامت کے لئے حضرت مہدی آگے بڑھ چکے ہوں گے لیکن ابھی انھوں نے نماز شروع نہ کی ہو گی کہ عین اسی وقت اللہ رب العزت قتلِ دجال اور امتِ محمدیہ مرحومہ کی نصرت و امداد کی خاطر حضرت عیسیٰ ابن مریم کو غیر معمولی قوت کے ساتھ مُسَلّح فرماکر آسمان سے زمین پر اتارے گا جن کو خصوصاً اسی دن کے لیے زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا تھا کما في مسلم[۷۲۷۸]:"فبینما هم یعدون للقتال یسوون الصفوف إذاأقیمت الصلوةفینزل عیسی بن مریم"

کیفیتِ نزول و مقامِ نزول

آپ ایک معجزاتی انداز میں عجیب و غریب شان کے ساتھ بیت المقدس کے اندر دمشق کی مشرقی سمت سفید مینارے پر حضرت مہدی کے پاس دو ہلکے زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے اتریں گے، جب آپ سر جھکائیں گے تو اس سے پانی کے قطرات ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں تو اس سے ایسے قطرات گریں گے جو چاندی کے دانوں کے مانند چمکدار اور موتیوں کے مانند سفید ہوں گے۔ کما في مسلم: فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ، بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ،إِذَاطَأْطَأَرَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَارَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ" حضرت مہدی آپ سے نماز پڑھانے کی درخواست کریں گے لیکن آپ یہ کہتے ہوئے کہ "تَقَدَّمْ فَصَلِّ، فَإِنَّهَا لَكَ أُقِيمَتْ"(رواہ ابن ماجہ) کہ اقامت آپ کے لیے کہی گئی ہے، آپ ہی نماز پڑھائیے، حضرت عیسیٰ آگے بڑھنے سے انکار کر دیں گے اور دین محمدی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے

ہوئے ایک نماز حضرت مہدی کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے تاکہ لوگوں پر آپ کا بحیثیت امتی بن کر دنیا میں تشریف لانا واضح ہو جائے "فَیُصَلِّي بِهِمْ إِمَامُهُمْ" البتہ اس ایک نماز کے بعد فریضۂ امامت کی ذمہ داری آپ ہی انجام دیں گے کما في الفتن لنعیم بن حماد: "ثم یکون عیسی إماما بعده" کہ پھر اس کے بعد عیسی ہی امام ہوں گے۔

آپ کی حضرت مہدی کی اقتداء میں ایک نماز ادا کرنے کی ایک حکمت یہ بھی بتائی گئی ہے تاکہ نصاری خود اس بات کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر لیں اور ان پر دین عیسائیت منسوخ ہونے کی حجت قائم ہو جائے۔ کما فی عارضة الاحوذي " قد روي أنه یصلي وراء امام المسلمین خضوعا لدین محمد صلی اللہ علیہ وسلم و شریعته و اتباعا و اشخانا لأعین النصاری و إقامة الحجة علیهم ثم یکون عیسی إماما بعده.

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوتے ہوئے غیر نبی کے پیچھے کیسے نماز پڑھیں گے؟

جواب: جب احادیث صحیحہ و صریحہ میں اس کا ذکر موجود ہے تو اس کے انکار کی گنجائش نہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الانبیاء و افضل الرسل ہونے کے باوجود عبد الرحمن بن عوف اور حضرت ابو بکر صدیق کے پیچھے نماز ادا فرمائی ہے اور ساتھ ساتھ آپ کا یہ ارشاد عالی بھی موجود ہے کی کوئی نبی اس وقت تک وفات نہیں پاتا جب تک اپنے کسی امتی کے پیچھے نماز نہ پڑھ لے انه قال لم یمت نبي حتی یصلي خلف رجل من أمته (مأخوذ از الحاوي للفتاوی) وقال صاحب مجمع الزوائد رواه البزار۔۔۔ ماقبض نبی قط حتی یؤمه رجل من امته (۱۴۹۰۲)

آپ کے اترتے ہی تاریکیاں چھٹ جائیں گی، لوگوں کے استفسار پر آپ اپنا

تعارف کرائیں گے "کہ میں عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بندہ اور رسول ہوں اسکی پیدا کردہ جان اور اس کا کلمہ ہوں"، آپ فرمائیں گے "تم تین صورتوں میں سے ایک پسند کر لو۔ (۱) اللہ دجال اور اس کی فوج پر آسمان سے بڑا عذاب نازل کر دے، (۲) ان کو زمین میں دھنسا دے۔ (۳) ان پر تمہارے اسلحے مسلط کر دے اور ان کے ہتھیاروں کو تم پر بے کار کر دے، اہل ایمان کہیں گے " اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے اور ہمارے دلوں کے لیے یہ آخری صورت زیادہ اطمینان کا ذریعہ ہے۔ كما في مصنف ابن عبد الرزاق: "فينزل ابن مريم فيحسر عن أبصارهم و بين أظهرهم رجل عليه لأمته يقولون من أنت يا عبد الله؟ فيقول أنا عبد الله و رسوله و روحه و كلمته عيسى بن مريم اختارو ابين إحدى ثلاث بين أن يبعث الله على الدجال و جنوده عذابا من السماء أو يخسف بهم الأرض أو يسلط عليهم سلاحكم و يكف سلاحهم عنكم فيقولون هذا يا رسول الله أشفى لصدورنا و لأنفسنا"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر دجال کی حالت

نمازِ فجر سے فراغت کے بعد حضرت عیسیٰ و حضرت مہدی اسلامی فوج کے ساتھ قتل دجال کے واسطے میدانِ کارزار کا رخ کریں گے اُدھر دجال اور اس کا لشکر ملکِ شام کے جبلُ الدّخان نامی پہاڑ کے دامن میں پوری تیاری کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو گا۔ دجال کے ساتھ مکان اصفہان کے ستر ہزار خوش پوش و خوش لباس ہر طرح کے ساز و سامان سے لیس ستر ہزار مسلح یہودی ہوں گے، كما في مسلم [۷۳۹۲] "يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ، سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ" چنانچہ جنگ شروع ہو جائے گی، آپ ہاتھ کے اشارہ سے فرمائیں گے کہ میرے اور دجال

کے درمیان سے ہٹ جاؤ! آپ کو دیکھتے ہی اس کی ساری شیطانی و مادی طاقتیں سلب ہو جائیں گی اور آپ کی روحانی و رحمانی قوتوں کے سامنے اس کی تمام کی تمام سحر کاری و کرشمہ سازی غُبّارہ کی ہوا کی طرح نکل کر ختم ہو جائے گی اور وہ آپ کو دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح سے کہ نمک پانی میں اور چربی دھوپ میں پگھلتی ہے۔ كما في مسلم [۷۲۷۸]: "فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللهِ، ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ". وہ آپ سے خوفزدہ ہو کر دم دبا کر بھاگ کھڑا ہو گا اور اس کے پیچھے پیچھے اس کا یہودی لشکر بھی۔

دجال کا انجام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اہل ایمان اس کا تعاقب کریں گے اور حضرت عیسیٰ فرمائیں گے بھاگ کہاں بھاگ کر جائے گا میری ایک ضرب تیرا مقدر بن چکی ہے، اس وقت آپ کے پاس دو تلواریں اور ایک نیزہ ہو گا۔ آپ اپنا نیزہ سنبھالیں گے اور اس کا پیچھا کریں گے۔

دجال دمشق سے نکل کر اسرائیل کی طرف بھاگے گا "اَفِیق" گھاٹی سے گزر کر شام کے شہر "لُد" پہنچے گا، لد شہر میں گھسنا ہی چاہے گا کہ حضرت عیسیٰ لد کے صدر دروازہ پر اسے جا دبوچیں گے اور اپنا نیزہ اس کے سینہ کے بیچوں بیچ پیوست کر دیں گے " فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ" (مسلم/۷۳۷۳) اگر آپ اس کے قتل میں عجلت نہ کریں تب بھی وہ آپ کے دم اور سانس سے نمک کی طرح پگھل کر ختم ہو جائے۔ "فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ وَلَكِنْ يَقْتُلُهُ اللهُ بِيَدِهِ" (أي بيد عيسى ابن مريم) کیوں کہ اس وقت اللہ رب العزت آپ کے دم اور سانس میں کچھ ایسی تاثیر رکھ دے گا کہ وہ جس کافر تک پہنچے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور جہاں تک آپ

کی نظر پہنچے گی وہاں تک آپ کا سانس پہنچے گا۔ كما في مسلم[۷۳۷۳]: "فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ" قتل کے بعد آپ اپنا وہ خون آلود نیزہ بلند فرما کر لوگوں کو اس کی ہلاکت سے آگاہ کریں گے۔ كما في مسلم [۷۲۷۸] " فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ"مسلمان جو خوف دجال سے جبل دخان پر چڑھ گئے تھے اتر کر دجالی لشکر پر ٹوٹ پڑیں گے اور یہودیوں کو چن چن کر تہِ تیغ کریں گے "وسلط الله عليهم المسلمين فيقتلونهم"مسلمانوں کا یہودیوں پر ایسا رعب چھا جائے گا کہ بڑے سے بڑے ڈیل ڈول والا یہودی بھی تلوار نہ اٹھا سکے گا۔

روئے زمین یہودیوں کے لیے بالکل تنگ ہو جائے گی کوئی گوشہ بھی ان کے لیے جائے پناہ ثابت نہ ہو گا، حتی کی شجر و حجر بھی اپنے پیچھے چھپنے والے یہودی کی آواز دے کر خبر کر دیں گے اور اس کو قتل کے لیے مسلمانوں کو پکاریں گے، سوائے غرقد نامی ایک درخت کے جو یہود کا درخت ہے۔ "فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ، فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللهِ هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي، فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلَّا الْغَرْقَدَ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ (مسلم/۷۳۳۹) اور باقی بچے کھچے یہودی و اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔ عیسیٰ مسیح کی روحانی ورحمانی قوتوں کے سامنے تمام دجالی و شیطانی اور مادی قوتیں بھسم ہو کر فنا کے گھاٹ اتر جائیں گی، نزولِ مسیح کا دن دجل و فریب کے علمبرداروں اور مادہ پرستوں کا آخری دن ہو گا جیسا کہ ہمیشہ ایسے ہی ہوتے چلا آیا ہے کہ باطل حق کے مقابلہ میں بڑے طمطراق انداز میں دندناتا ہوا آتا ہے لیکن رحمانی قوتوں کے سامنے چشم زدن میں دم توڑ کر صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جاتا ہے۔"وتكون الأديان كلها دينا واحدا" پس تمام باطل ادیان و مذاہب مٹ

جائیں گے صرف ایک سچا مذہب اسلام باقی رہ جائے گا اور شرع محمدی کا سکہ چلے گا۔ "وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ" (رواه أبو داود/٤٣٢٤) وتقوم الكلمة لله رب العالمين

اس وقت مذہب اسلام کے علاوہ نہ کوئی مذہب باقی رہے گا اور نہ ہی کوئی کافر۔ جہاد، خراج اور جزیہ سب موقوف ہو جائے گا۔

اس وقت فتنہ دجال سے اپنا ایمان بچا کر حضرت عیسیٰ سے ملنے والے اللہ کے نزدیک سب سے محبوب ہوں گے، آپ کے رفقاء وساتھیوں کو اللہ رب العزت آتشِ دوزخ سے محفوظ رکھے گا، كما في النسائي [٣١٧٥] "عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللهُ مِنَ النَّارِ: عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام" کہ میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے محفوظ کر لیا ہے ایک وہ جماعت جو ہندوستان سے غزوہ کرے گی، دوسری وہ جماعت جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہو گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے دور میں یاجوج و ماجوج سمندر کی طرح موجیں مارتے ہوئے نکلیں گے اور دنیا میں خوب خوب تباہی و بربادی مچانے کے بعد بالآخر آپ ہی کی بد دعا سے ہلاک کر دیے جائیں گے، غرض یہ کہ دونوں عظیم فتنوں کی تباہی و بربادی اللہ رب العزت نے آپ ہی کے ہاتھ مقدر فرمائی ہے۔

حیثیتِ نزول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام عند النزول اپنے وصفِ نبوت اور رسالت سے معزول و مسلوب ہرگز نہ ہوں گے، آپ کی مثال اس گورنر جیسی ہو گی جو اپنے صوبہ کا گورنر ہے لیکن کسی ضرورت سے دوسرے صوبہ میں چلا گیا تو وہ اگرچہ اس

صوبہ میں گورنر کی حیثیت پر نہیں ہے مگر اپنے عہدۂ گورنری سے معزول بھی نہیں ہے پس آپ علیہ السلام منصبِ رسالت پر برقرار رہیں گے، ان کی نبوت ورسالت بالکل محفوظ وسلامت رہے گی لیکن بحیثیت نبی اور رسول آپ اپنی نبوت وشریعت کی دعوت ہرگز نہ دیں گے بلکہ آپ علیہ السلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی خلیفہ و جانشین اور امامِ عادل و حاکمِ منصف کی حیثیت سے اپنے عہدۂ سابق پر برقرار رہتے ہوئے ملتِ اسلامیہ و شرعِ محمدی کی دعوت و تبلیغ فرمائیں گے۔ كما في مسند أحمد: "ويدعو الناس إلى الإسلام". و في شرح مسلم "ولاينزل برسالة مستقلة وشريعة ناسخة بل هو حاكم من حُكّام هذه الامة" کہ وہ ازِسر نو رسالت و نبوت اور شریعتِ محمدی کو منسوخ کرنے والی ناسخ شریعت لے کر نہیں اتریں گے بلکہ وہ اس امت کے حاکموں میں سے ایک حاکم ہوں گے۔

قرآن و حدیث اور قانونِ شریعت پر خود بھی چلیں گے اور لوگوں کو بھی چلائیں گے۔ کیونکہ ان کا دورِ نبوت ورسالت تو آپ صلی اللہ وسلم کی بعثت پر ختم ہو چکا ہے اور ان کی شریعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے منسوخ ہو چکی ہے، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دورِ نبوت ورسالت چل رہا ہے اور تا قیامِ قیامت چلے گا، اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی نبوت ورسالت پر باقی رہتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت پر عمل فرمائیں گے۔ كما في الطبراني و البيهقي: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يلبث الدجال فيكم ما شاء الله ثم ينزل عيسى بن مريم مصدقا بمحمد وعلى ملته إماما مهديا و حكما عدلا فيقتل الدجال وقال أيضا: ألا إن عيسى بن مريم ليس بيني و بينه نبي و لا رسول إلا أنه خليفتي في أمتي من بعدي وفي رواية: يمكث أربعين عاما يعمل فيهم بكتاب الله و سنتي" (البرزنجي) وفي مسلم: كيف أنتم إذ نزل فيكم ابن

مریم فأمکم منکم قال ابن أبي ذئب لتلمیذه: "تدري ما أمکم؟ قلت: تخبرني قال: "فأمکم بکتاب ربکم و سنة نبیکم".

سوال و جواب

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں تشریف لانا آں حضور ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ابدی اور غیر منسوخ ہونے کے منافی و معارض تو نہیں؟

جواب: بالکل نہیں! کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک دنیا میں انبیاء ورسل بھیجنے کی جو تعداد مقرر تھی وہ آں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر منتہی و ختم ہو گئی، اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو از سر نو منصب نبوت ورسالت پر فائز کر کے دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اپنی سابقہ نبوت کے ساتھ تشریف لائیں گے جو انہیں پہلے عطا کی گئی تھی از سر نو دوبارہ نہیں عطا کی جائے گی کہ جس سے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت پر اعتراض وارد ہو۔ **لا یأتي بعد خاتم الأنبیاء نبي جدید و إن عدد الأنبیاء عند الله قد انتهی فإذا احتیج إلیه انزل نبي قد تم زمانه حکما لیکون دلیلا علی الختم. (عقیدة الإسلام ص ۷۱)**

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرع محمدی کے علاوہ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں اتریں گے بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر خود بھی چلیں گے اور لوگوں کو بھی چلائیں گے اور قرآن و حدیث کے مطابق اپنے تمام فیصلے صادر فرمائیں گے۔ اعتراض تو جب ہوتا کہ وہ نئی شریعت لے کر آتے اور اسی کی تبلیغ کرتے یا اپنی ہی سابقہ منسوخ شدہ شریعت کی دعوت دیتے اور اس کے مطابق فیصلے

صادر فرماتے۔"ليس المراد بنزول عيسى أنه ينزل بشرع ينسخ شرعنا و لا في الأحاديث شيء من هذا بل صحت الأحاديث بأنه ينزل حكما مقسطا يحكم بشرعنا و يحيي من أمور شرعنا ما هجره الناس" (الحاوي للفتاوى ج۲ص۲۷۹)

برکاتِ نزول

حضرت عیسیٰؑ کے دور میں خوب خوب دینی و دنیاوی خیرات و برکات کا نزول ہو گا حتیٰ کہ مال و زر کی اتنی فراوانی ہو جائے گی کہ کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ہو گا" وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ" (مسلم/۳۸۹) لوگ مالدار ہو جائیں گے، زکاۃ و صدقات بند ہو جائے گا، لوگوں کے دلوں سے مال و زر کی محبت نکل جائے گی، ایک سجدہ لوگ دنیا و مافیہا سے بہتر سمجھیں گے۔ وَحَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا" (مسلم/۳۹۰) پوری دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گی، اسلام کے دورِ اول کے بعد یہ اس امت کا سب سے بہتر دور ہو گا۔

سات برس تک کسی بھی دو شخصوں میں عداوت و دشمنی نہ پائی جائے گی۔ کما في مسلم [۷۳۸۱] :"ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ، لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ" سب کے دلوں سے بخل و بغض، کینہ وحسد اور کدورت نکال دی جائے گی۔ مال دینے کے لیے بلائیں گے لیکن کوئی لینے کے لیے تیار نہ ہو گا۔ وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ، وَلَيَدْعُوَنَّ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ (مسلم/۳۹۱)۔

جانور بھی کسی کو کچھ جانی و مالی نقصان نہ پہنچائیں گے، زہریلے جانوروں کا زہر نکال دیا جائے گا، سانپ بچھو بھی کسی کو کچھ ایذاء و گزند نہ پہنچائیں گے، درندے بھی کسی کو کچھ نہ بولیں گے، آدمی شیر کے پاس سے ہو کر گذرے گا تو شیر بھی اسے

کچھ نقصان نہ پہنچائے گا، بچے کھلونے کی طرح سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے، اونٹ شیروں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ مل کر چریں گے۔ کما في مسند أحمد: "وتقع الامنة على الأرض حتى ترتع الأسود مع الإبل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان مع الحيات لاتضرهم" بادلوں کو بارش برسانے اور زمین کو نباتات اگانے کی اجازت مل جائے گی " يؤذن للسماء في المطر و للأرض في النبات" زمین کی پیداواری صلاحیت اتنی بڑھ جائے گی کہ اگر بیج ٹھوس اور چکنے پتھر میں بھی بو دیا جائے تو بھی اُگ جائے گا "فلو بذرت حبة على الصفا لنبتت"، ایک مُد سے سات سو مُد غلہ پیدا ہوگا، ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اسے ایک جماعت کھائے گی اور شکم سیر ہو جائے گی اور اس کے چھلکے کے نیچے بیٹھ کر لوگ سایہ حاصل کریں گے، دودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک بڑی جماعت کو اور ایک گائے کا پورے قبیلے کو کافی ہو جائے گا۔ "فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ، حَتَّى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ" (مسلم/۷۳۷۳)

مدتِ قیام و نکاح

"يمكث أربعين سنة" چالیس برس دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیام رہے گا، بعد النزول قتل دجال سے فراغت کے اکیس سال بعد آپ قبیلۂ جذام جو قوم شعیب (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سسرال) ہی کی ایک شاخ ہے اس کی ایک مبارک خاتون سے عقدِ نکاح فرمائیں گے، جن کے بطن سے آپ کے اولاد بھی ہوگی۔ کما في الفتن لنعيم بن حماد: إذا قتل الدجال رجع إلى البيت

المقدس فيتزوج إلى قوم شعيب ختن موسى وهم جذام فيولد لهم فيهم ويقيم تسعة عشرة سنة" وفي المشكوة: فيتزوج و يولد له". چنانچہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ جذام کے وفد سے فرمایا تھا تمہارا آنا مبارک ہو! قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام تمہاری قوم میں نکاح نہ کریں اور ان کی اولاد پیدا نہ ہو۔

سوال وجواب

سوال: بعد النزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدتِ قیام میں احادیث باہم متعارض ہیں؟ چنانچہ بعض میں مدتِ اقامت پینتالیس سال مذکور ہے، بعض میں چالیس اور بعض میں سات سال مذکور ہے۔ **كما في رواية ابن الجوزي: ثم يمكث خمسا و أربعين سنة ثم يموت (مشكوة) وفي أبي داؤد: فيمكث في الأرض أربعين سنة. وفي مسلم: ثم يمكث في الناس سبع سنين".**

جواب: سب سے کم مدت جو مسلم شریف میں سات سال مذکور ہے وہ زیادہ مدت کے منافی نہیں ہے۔ **"لأن القليل لاينافي الكثير".** اور جس روایت میں چالیس کا عدد مذکور ہے ہو سکتا ہے کہ اس میں "کسر" پانچ کو حذف کر دیا گیا ہو جیسا کہ عام اہل عرب کا دستور ہے کہ وہ اکثر "کسر" کو حذف کر دیتے ہیں۔ **" لعل روايات الأربعين وردت بإلغاء الكسر "** پس اس جواب کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدت اقامت پینتالیس برس رہے گی۔

لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں چالیس سال ٹھہریں گے کیونکہ اس مدت کا ذکر بصراحت متعدد روایتوں میں آیا ہے مثلاً ابوداؤد، مسند احمد اور طبرانی وغیرہ میں۔ پس یہ متعدد صریح روایتیں مسلم شریف

کی اس ایک روایت کے مقابلہ میں زیادہ بہتر و اولی ہیں۔ "فهذه الأحاديث المتعددة الصريحة أولى من ذلك الحديث الواحد" (التعليق الصبيح على مشكوة المصابيح)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حج وعمرہ

قتلِ دجال سے فراغت کے بعد آپ مقامِ فج الروحا تشریف لے جا کر وہاں سے حج یا عمرہ یا دونوں ادا کریں گے۔ كما في مسلم [۳۰۳۰]: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ، حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا، أَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا" (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ضرور بالضرور مریم کے بیٹے عیسیٰ حج یا عمرہ یا دونوں کا تلبیہ پڑھتے ہوئے "فج روحاء" سے گزریں گے۔) حج وعمرہ سے فراغت کے بعد روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں گے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سلام کا جواب دیں گے، جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے "وليأتين قبري حتى يسلم علي ولأردن عليه" کہ ضرور بالضرور وہ میری قبر پر آئیں گے یہاں تک کہ وہ سلام کریں گے اور میں ضرور ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ (۶۵۱)

فج روحاء: مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، جنگ بدر، فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا تھا۔

زمانۂ عیسیٰ میں خروجِ یاجوج وماجوج ہو گا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے زمانہ میں خروجِ یاجوج وماجوج ہو گا چنانچہ آپؑ جس وقت قتلِ دجال سے فارغ ہو جائیں گے اور مؤمنین کو ذرا اطمینان وسکون نصیب ہو گا اور آپؑ فتنۂ دجال سے محفوظ رہنے والے اہلِ ایمان کو مبارک بادیاں اور عند

اللہ ان کے مراتب علیا کی بشارتیں سنا رہے ہوں گے کہ اسی دوران آپ کی طرف وحیٔ الٰہی آئے گی کہ اب میں اپنے ایسے بندوں کو نکالنے والا ہوں کہ جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں لہذا تم میرے مؤمن بندوں کو لے کر طور پہاڑ پر چلے جاؤ۔
کمافی مسلم (۲۹۳۷)

فَيَقْتُلُهُ (الدجال)، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ إِلَى عِيسَى: إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي، لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ،

چنانچہ دیوار یاجوج وماجوج زمین بوس ہو جائے گی اور وہ امڈتے ہوئے سیلاب کی طرح ہر پہاڑ وٹیلے سے پھُدکتے، پھسلتے، لُڑھکتے آتے نظر آئیں گے اور ہر طرف چھا جائیں گے کما فی القرآن الکریم حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (سورۃ الانبیاء ۹۶)

ہر طرف انہیں کا ریلا، انہیں کی بھیڑ نظر آئے گی جدھر سے گزریں گے تباہی ہی تباہی مچائیں گے، انسانی آبادی کو ختم اور دریاؤں کو چاٹ جائیں گے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جب ان کے لشکر کا اول دستہ بُحیرۂ طبریہ سے ہو کر گزرے گا تو اس کا پانی پی کر بالکل صاف کر دے گا اور لشکر کے پچھلے لوگ جب اس پر پہنچیں گے تو انہیں یوں محسوس ہو گا کہ اس جھیل میں کبھی پانی رہا ہو گا؟ کما فی وسلم(۲۹۳۸) " فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ بِهَذِهِ مَرَّةً مَاءٌ "

ان کی تعداد پوری دنیا کے انسانوں کی تعداد سے بدرجہا زائد، کم از کم ایک اور دس کی نسبت ہے مثلاً اگر تمام انسانوں کے دس حصے کئے جائیں تو ان میں سے نو

حصے یاجوج وماجوج کے ہیں (کما فی روح المعان ج/۸ ص/۳۶۵) ان الله جزأ الانس عشرة أجزاء فتسعة منهم یاجوج وماجوج وجزء سائر الناس

اوران کی کثرت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی ہلاکت کے بعد مسلمان ان کی کمانوں و تیروں اور ترکشوں سے سات برس تک آگ جلائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے کمافی سنن الترمذی (۲۲۴۰) ویستو قد المسلمون من قِسّیهم و نشابهم و جعابهم (اي تراسهم) سبع سنین

یہ لاتعداد وحشی انسان، خوں خوار درندوں کی طرح انسانی آبادیوں پر ایسا حملہ آور ہوں گے کہ کسی میں بھی ان سے مقابلہ کی طاقت نہ ہو گی حتیٰ کہ حضرت عیسی علیہ السلام بھی بامرِ الٰہی اپنے رفقاء کے ساتھ کوہِ طور پر محصور ہو جائیں گے اور دیگر لوگ بھی محفوظ مقامات پر مع اموال اپنی جانیں بچا کر روپوش ہو جائیں گے،

غذا کی اتنی شدید قلت ہو گی کہ لوگوں کو ایک بیل کا سر سو دینار میں بھی سستا معلوم ہو گا کما في مسلم (۷۵۶۰) "حَتّی یَکُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لأَحَدِهِمْ خَیْرًا مِنْ مِائَةِ دِینَارٍ لأَحَدِکُمُ الْیَوْمَ"

اس مصیبت سے نجات کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام اور مومنین بارگاہِ خداوندی میں خوب گڑگڑا کر دعائیں کریں گے تو اللہ رب العزت ان کی آہ وزاری اور دعاؤں کی بدولت اس ٹڈی دَل لشکر کو حلق اور گردن کی بیماری میں جس کو نَغَف کی بیماری کہتے ہیں مبتلا کر کے دفعتاً ایک ساتھ ہلاک کر دے گا کمافی مسلم (۷۵۶۰) "فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللهِ عِیسَی وَأَصْحَابُهُ فَیُرْسِلُ اللهُ عَلَیْهِمُ النَّغَفَ فِی رِقَابِهِمْ فَیُصْبِحُونَ فَرْسَی کَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ"

پوری زمین ان کی لاشوں سے بھر جائے گی تعفُّن اور بدبو کی وجہ سے زمین پر رہنا وبسنا مشکل ہو جائے گا، دوبارہ پھر حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے رفقاء اس

مصیبت کے ازالہ کے واسطے اللہ تعالی سے دعائیں کریں گے تو اللہ تعالی لمبی لمبی گردنوں والے بڑے بڑے پرندے بھیج دے گا جو اٹھا اٹھا کر ان کی سب لاشوں کو سمندر میں یا وہاں پھینک آئیں گے جہاں اللہ کو منظور ہو گا کما فی مسلم(۷۵۶۰) "فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلأَرْضِ أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ"

اس کے بعد ہر جگہ موسلا دھار بارش برسا کر زمین کو بالکل مثل آئینہ صاف وپاک کر دیا جائے گا، بحکمِ الٰہی زمین از سر نو اپنی برکات کو خوب ظاہر کرے گی لوگ خوب آسودہ ہو جائیں گے۔

غرض یہ کی دجال اکبر اور یاجوج ماجود دونوں عظیم فتنوں کی تباہی وبربادی اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام ہی کے ہاتھوں مقدر فرمائی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور جائے تدفین

تکمیلِ مشن اور خدا تعالی کی جو حکمتیں آپ کے نزول سے وابستہ ہیں ان کے پوری ہو جانے کے بعد آپ اسی زمین پر وفات پائیں گے، اور اہل ایمان آپ کی نمازِ جنازہ ادا کر کے آپ کو روضۂ اقدس میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پہلو میں دفن کریں گے۔ كما في مسند أحمد(۸۹۲۰)"ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون."کہ آپ کی وفات ہو گی اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

اور بروز حشر حضرت عیسیٰ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی قبر سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے درمیان سے اٹھیں گے۔ كما في المشكوة" :ينزل عيسى

بن مريم إلى الأرض فيتزوج ويولد له ويمكث خمسا وأربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبري فأقوم أنا و عيسى بن مريم في قبر واحد بين أبي بكر وعمر "رواه ابن الجوزي في كتاب الوفاء (کہ عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے، پس شادی کریں گے اور ان کے اولاد ہو گی اور وہ پینتالیس سال رہیں گے پھر ان کی وفات ہو گی اور وہ میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے۔ پس میں اور عیسیٰ دونوں ایک ہی قبر سے ابو بکر و عمر کے درمیان اٹھیں گے۔

اور حضرت عبد اللہ بن سلام کی موقوف حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ كما في سنن الترمذي :عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ ":مَكْتُوبٌ في التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ" کہ تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور عیسیٰ ؑ کی یہ صفت لکھی ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کو آپ ﷺ کے ساتھ دفن کیا جائے۔

اور عبد اللہ بن سلام ہی کی حدیث موقوف میں ہے کہ عیسی بن مریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دونوں رفیقوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ پس حضرت عیسیٰ کی قبر چوتھی قبر ہو گی۔ کما في المعجم الكبير (۱۳ /۱۵۸) "عن عبدالله بن سلام قال يدفن عيسىٰ مع رسول الله و صاحبيه فيكون قبره الرابع"

آپ ؑ کا جانشین

حضرت عیسیٰ ؑ کی وفات کے بعد آپ ہی کی وصیت کے مطابق قبیلۂ بنی تمیم کے ایک شخص کو خلیفہ بنایا جائیگا جن کا نام مُقعد ہو گا، مقعد کے انتقال کے بعد تیس سال گزرنے نہ پائیں گے کہ قرآن لوگوں کے سینوں اور ان کے مصاحف سے

اٹھالیا جائیگا۔ کما جاء في الحدیث: "ویموت(عیسی) فیستخلفون بأمر عیسی رجلا من بني تمیم یقال له مقعد فإذا مات المقعد لم یأت علی الناس ثلاثون سنة حتی یرفع القرآن من صدور الرجال ومصاحفهم(الاشاعة لاشراط الساعة) اس کے بعد یہ سمجھیے کہ قیامت بالکل سر پر کھڑی ہو گی۔

سوال: عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا حلیہ، ان کی شکل وصورت، ہیئت ولباس اور ان کے عند النزول وبعد النزول کے احوال وکوائف کو احادیث میں اتنی تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب(۱): خاتم الانبیاء ہونے کی حیثیت سے آنحضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح بعد میں آنے والے سب سے بڑے گمراہ مسیحِ ضلالت دجالِ اکبر کے حالات وصفات بالتفصیل بیان فرمائے تھے تاکہ آنے کے وقت امت اس سے دھوکہ نہ کھائے اور اس کے گمراہ ہونے میں کسی شک وشبہ کا شکار نہ ہو، بس اسی طرح اس کی بھی سخت ضرورت تھی کہ بعد میں آنے والے مصلحین اور قابل اقتداء بزرگوں میں سے سب سے بڑے مُصلِح اور قابل اقتداء بزرگ مسیحِ ھُدیٰ عیسیٰ ابن مریم کہ جن کو فتنۂ دجال کے وقت امت محمدیہ کی امداد ونصرت کی خاطر آسمان پر زندہ رکھا گیا ہے ان کے بھی حالات کو خوب واضح انداز میں بیان کر دیا جائے تاکہ عند النزول امت مرحومہ ان کو پہچاننے میں کسی شک وشبہ کا شکار نہ ہو اور ان کے جھنڈے تلے جمع ہو کر دجال کذاب سے جہاد کر سکے۔

جواب(۲): اور اگر غلام احمد قادیانی اور شکیل بن حنیف جیسا کوئی مجنون و دیوانہ اور بوالہوس وخبط الحواس مسیح موعود ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے تو اسکو جھٹلایا جا سکے اور اسکے مکر وفریب کا پردہ چاک کیا جا سکے۔

جواب(۳): آپ چونکہ عند النزول بھی وصفِ نبوت و رسالت کے ساتھ متصف ہوں گے اور جس طرح قبل النزول ان کی نبوت کا انکار کفر تھا، اسی طرح بعد النزول بھی اسکا انکار مُوجِبِ کفر ہو گا، اس لئے شدید ضرورت تھی کہ ان کی علامات وصفات خوب واضح انداز میں بیان کی جائیں تاکہ امت انکار کرکے مبتلائے کفر نہ ہو۔ **أعاذنا الله من ذلك.**

نزولِ عیسیٰ ابن مریم کے مقاصد

۱) مسیحِ ضلالت دجال اکبر کا قتل۔

۲) دنیا پر حکومتِ اسلامیہ کا قیام۔

۳) یہود ونصاریٰ کے اس اشتباہ کا ازالہ کہ آپ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا کر قتل کر دیا گیا۔ پس نزول سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ آپ ہرگز مقتول و مصلوب نہیں ہوئے تھے، اور سب اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے ،اس طرح سے قرآن مقدس کی یہ پیشنگوئی " **وَإِنۡ مِنۡ أَهۡلِ الۡكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِ قَبۡلَ مَوۡتِهِ** " [النساء:۱۵۹] پوری ہو جائے گی۔

۴) تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قیامت بالکل قریب آچکی ہے کیونکہ آپ کا دوبارہ نزول علاماتِ قیامت میں سے ہے، "**وَإِنَّهُ لَعِلۡمٌ لِلسَّاعَةِ فَلا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ** " "إنه" ضمیر کا مرجع اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت عیسیٰ ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قیامت کی ایک علامت ہیں۔ اور اس میں ایک دوسری قرآت "**لَعَلَم**" (بفتح العین و اللام) بھی منقول ہے جو کہ عبد اللہ بن عباس وابوہریرہ وقتادہ وغیرہم کی قراءت ہے۔ (کما في القرطبي و معاني القرآن للفراء) جس سے یہ معنی مزید واضح ہو جاتا ہے اور سید المفسرین عبد اللہ بن عباس

رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔و هو هذا .. عن ابن عباس في قوله تعالى " وانه لعلم للساعة " قال: خروج عيسى عليه السلام قبل يوم القيامة چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ "انه لعلم للساعة" کا مطلب قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ ؑ کا نکلنا ہے۔

۵) نزول عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا ایک مقصد آیت میثاق: "وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ" [آل عمران: ۸۱] کی ایک عملی تفسیر ہے کہ خاتم النبیین نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے تعلق سے جو تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے عہد و پیمان لیا گیا تھا، اس عہد و میثاق کو عملی طور پر خاتمِ انبیاءِ بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ذریعہ سے پورا کر دیا جائے تاکہ حضور صلی اللہ و سلم کا خاتم الانبیاء ہونے کے ساتھ آپکا نبی الانبیاء ہونا بھی ثابت ہو جائے اور آپ کا فرمان مبارک کہ "لو كان موسى حيا لما وسعه الا اتباعي" (رواه احمد والبيهقى) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں سچا ثابت ہو (کہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا)

۶) اور بعد النزول عیسیٰ مسیح علیہ السلام سے شرع محمدی و دین اسلام پر عمل کرا کے عملی طور پر عیسائیت و دیگر تمام مذاہب کی منسوخیت پر مہر ثبت کرنا اور مذہب اسلام کی تمام مذاہب پر فضیلت ثابت کرنا۔

۷) عیسائیوں کے، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے متعلق عقیدۂ الوہیت کا

ابطال، کیوں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے جانے کے بعد دوبارہ زمین پر آکر اپنی طبعی موت نہ مرتے تو عیسائیوں کا ان کے تعلق سے الوہیت کا باطل عقیدہ مزید پختہ ہو جاتا کہ عیسیٰ مسیح بھی خدا تعالیٰ کی طرح حی و قیُّوم ہیں اسی لیے تو زندہ آسمان پر چلے گئے۔

۸) آنحضور اقدس صلی اللہ علیہ سلم کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے، کہ ایک نبی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں۔

۹) اس امت محمدیہ میں آپ کو بھیج کر گویا کہ تمام انبیائے سابقین کی آرزو و تمنا پوری کرنے کی ایک شکل ہے جو کہ سب نے امت محمدیہ میں پیدا ہونے کی آرزو کی تھی جو عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے ذریعہ پوری کر دی گئی۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرع محمدی کے مطابق فیصلہ کریں گے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ شرع محمدی کو جانیں گے کیسے؟

جواب(۱): تمام انبیاء علیہم السلام اپنے زمانے میں اپنے سے پہلے اور اپنے سے بعد نبی کی شریعتوں سے بھی واقف تھے اور بعض احکام پر خود ان پر نازل شدہ کتابوں میں بھی تنبیہ وارد ہوئی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت سے کما حقہٗ واقف ہوں گے۔

جواب(۲): ممکن ہے آپ بذریعہ قرآن مجید شرع محمدی سے متعلق تمام احکام سمجھ لیں جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے اور امت کے سامنے اس کی تشریح فرماتے تھے کیونکہ قرآن کریم تو سارے احکام کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

كما في حاوي للفتاوى ويمكن ان عيسى عليه السلام ان ينظر في القران و يفهم منه جميع الاحكام المتعلقه بهذه الشريعه فان القران العزيز قد انطوى

علی جمیع الأحکام الشرعیة

جواب(۳): یہ بھی ممکن ہے کہ نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن احکام کی ضرورت ہو خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر آپ سے پوچھ لیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ہی کے نائب اور خلیفہ ہوں گے۔

وعن أبي هريرة قال: سمعت رسول الله - صلى الله عليه وسلم يقول و الذي نفسي بيده لينزلن عيسى ابن مريم ثم لئن قام على قبري فقال: يا محمد، لأجيبنه " (الحاوي للفتاوى ج/۲ ص/۲۹۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور بالضرور عیسیٰ ابن مریم اتریں گے، پھر وہ اگر میری قبر پر کھڑے ہو کر آواز دیں اے محمد! تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔

سوال: کیا بعد النزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی حقیقی آئے گی؟

جواب: جی ہاں! آپ پر حقیقی وحی آئے گی جیسا کہ خود حدیث شریف میں اس کی صراحت موجود ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل دجال سے فارغ ہو جائیں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجیں گے کہ اب میں اپنے ایسے بندوں کو نکالنے والا ہوں کہ جن سے مقابلہ کرنے کی تم میں اور کسی میں بھی طاقت نہیں، تم میرے بندوں کو کوہ طور پر لے کر چلے جاؤ پھر اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو بھیجیں گے کما فی مسلم:

"فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ، إِذْ أَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا مِنْ عِبَادِي، لَا يَدَانِ لَكَ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ،

فَيَبْعَثُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ يَأْجُوجَ"

اور یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب فرشتۂ وحی حضرت جبرائیل زمین پر نہیں آئیں گے بالکل غلط ہے کما قال جلال الدين السيوطي رحمهم الله: "اشتهر على الالسنة الناس ان جبرائيل لا ينزل الى الارض بعد موت النبي صلى الله عليه و سلم و هذا شيء لا اصل له". حضرت جبرئیل علیہ السلام کا زمین پر اترنا خود قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔ کما قال اللہ: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ [سورة القدر] عن الضحاک: "أن الروح هنا جبرائيل و انه ينزل هو و الملائكه في ليله القدر و يسلمون على المسلمين و ذلك في كل سنة".

پس جب اللہ اور انبیاء کے درمیان سفارت کا کام انجام دینے والا فرشتہ حضرت جبرائیل موجود ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول اپنی نبوت و رسالت پر برقرار رہیں گے اور وحی بھی کسی زمانے کے ساتھ مختص نہیں ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نزول وحی میں کونسا استعجاب اور استحالہ ہے جس کی وجہ سے انکار کیا جائے۔

لفظ "متوفیک" سے موت عیسیٰ پر استدلال درست نہیں۔

سوال: آیتِ کریمہ "اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" میں تو لفظ "متوفيك" موت عیسیٰ پر اور اس کی تقدیم "رافعك" پر "تقدم الموت على الرفع" پر دلالت کرتی ہے، کہ حضرت عیسیٰ بن مریم وفات پا چکے ہیں اللہ رب العزت نے وفات دے کر ان کو آسمان پر اٹھالیا ہے۔

جواب(۱): لفظ "متوفيك" سے موتِ عیسیٰ پر استدلال درست نہیں کیونکہ

توَفِّی کے لغوی و حقیقی معنی موت کے ہر گز نہیں بلکہ اس کے معنی لغوی و حقیقی تو کسی چیز کو پورا پورا لینے کے ہیں کما قال ابن تیمیة: "التوفي في لغة العرب معناها القبض و الاستيفاء"، موت پر لفظِ توفی کا اطلاق صرف و صرف مجازاً او کنایۃً کیا جاتا ہے، کیونکہ موت بھی پورا پورا لینے کی ایک صورت ہے، اس لیے کہ موت میں بھی روح پورے طور پر لے لی جاتی ہے، بلکہ نیند جو کہ موت کا ایک ہلکا سا نمونہ ہے جس میں وقتی طور پر اعضاءِ ظاہری کی قوت سلب کر لی جاتی ہے، توسعًا اس پر بھی لفظ "توَفِّی" کا اطلاق کیا گیا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: "اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا" [الزمر: ۴۲] (اللہ تعالیٰ تمام روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور جن کو ابھی موت نہیں آئی ہوتی ان کو بھی ان کی نیند کی حالت میں قبض کر لیتا ہے۔) پس معنیٰ لغوی و حقیقی کے اعتبار سے اور اس نازک ترین حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھرے ہوئے تھے آیت کریمہ کا ترجمہ و مطلب یہ ہو گا کہ "اے عیسیٰ! میں تم کو یہودیوں کے ہاتھوں میں نہ چھوڑوں گا کہ وہ اپنے قتل کے ناپاک منصوبے میں کامیاب ہو سکیں، بلکہ میں خود تم کو پورے طور پر یعنی روح و جسم کے ساتھ اپنی حفاظت میں لے لوں گا جس کی صورت یہ ہو گی کہ جسم و روح کے ساتھ اپنی طرف آسمان پر اٹھا لوں گا"۔ اگر اس موقع پر عام موت مراد ہوتی تو موت کا صریح لفظ چھوڑ کر ذو معنی "متوفی" کا لفظ استعمال نہ ہوتا بلکہ جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ سلم کے لئے موت کا صریح لفظ اس آیت کریمہ "انك ميت و انهم ميتون" میں استعمال کیا گیا ہے، حضرت عیسیٰ کے لیے بھی "مميتك" یعنی موت کا صریح لفظ استعمال کیا جاتا۔

جواب(۲): لفظ "متوفی" سے اگر موت متعارف ہی مراد لی جائے جیسا کہ

بہت سے حضرات مفسرین نے لیا ہے، تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ کی موت فی الفور اسی وقت واقع کر دی گئی۔ بلکہ لفظ "**متوفيك**" اس صورت میں بھی صادق آسکتا ہے کہ پہلے آپ زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے ہوں پھر جب بعد النزول اپنی باقی ماندہ حیات پوری فرما کر طبعی موت سے وفات پائیں گے۔

غرض یہ کہ لفظ "**متوفيك**" سے نہ فی الحال حیات کی نفی ثابت ہوتی ہے اور نہ فی الحال موت کا وقوع ثابت ہوتا ہے، بلکہ حیات اور رفعِ سماوی کے دلائل پر نظر کرتے ہوئے دونوں عقیدوں پر ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ دونوں کا اثبات دلیل قطعی سے ہو رہا ہے۔

جواب(۳): متوفی معنی میں موت ہی کے ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے لیکن الفاظ میں تقدیم اور تاخیر ہے، یعنی اصل میں۔ **رافعك ومتوفيك** ہے۔ پس "**رافعك**" کا وقوع پہلے اور "**متوفيك**" کا وقوع بعد میں ہو گا۔ **كما في الدر المنثور: "عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله تعالى: إني متوفيك ورافعك إلي يعني رافعك ثم متوفيك في آخر الزمان"** کہ فی الحال میں تمہیں اپنی طرف اٹھالیتا ہوں اور پھر آخری زمانہ میں تمہیں وفات دوں گا۔

اور واو چونکہ ترتیب کے لیے نہیں آتا بلکہ مطلقاً جمع کے لیے آتا ہے اس لیے الفاظ کی تقدیم اور تاخیر باعثِ اشکال نہیں ہونی چاہیے۔ کلامِ عرب میں کسی خاص فائدہ و مصلحت کی خاطر بکثرت ایسی تقدیم و تاخیر واقع ہوتی ہے۔ پس ذکر میں "**رفع**" پر "**متوفيك**" کی تقدیم زمانہ میں بھی تقدم کو مستلزم نہیں" **وتقديم التوفى على الرفع فى الذكر لايقتضى التقدم فى الزمن لان الصحيح العطف بالواو لايقتضى الترتيب" (التوضيح لافك الاحمدية (القاديانية)**

امام رازی کی تفسیر

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ: "إني متوفيك و رافعك" کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے إني متوفيك کا معنیٰ إني متمم عمرك فحينئذ أتوفيك فلا أتركك حتى يقتلوك بل أنا رافعك إلى سماءي و مقربك بملائكتي و أصونك عن أن يتمكنوا من قتلك" مطلب یہ ہے کہ میں تیری عمر پوری کر کے رہوں گا اور اس وقت تجھے میں وفات دونگا اور تجھے اس حال میں نہیں چھوڑوں گا کہ وہ تجھے قتل کر دیں۔ بلکہ تجھے اپنے آسمان کی طرف اٹھالوں گا اور تیری قیام گاہ تو میرے فرشتوں کے پاس ہے وہاں تجھ کو پہنچا دوں گا، اور تیرے قتل پر ان کے قدرت پانے سے تیری حفاظت کروں گا۔

صاحب مدارک سے بھی اسی طرح کی تفسیر منقول ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں "مميتك في وقتك قرب القيامة بعد النزول من السماء و رافعك الآن" کہ میں تجھ کو تیرے وقت پر موت دوں گا یعنی قرب قیامت آسمان سے اترنے کے بعد اور اس وقت اٹھالیتا ہوں۔

"متوفيك" کو "رافعك" پر مقدم کرنے کی وجہ

سوال: آیت کریمہ "يعيسى إني متوفيك و رافعك إلي" میں لفظ متوفیک کو رافعک پر کیوں مقدم کیا گیا، اس میں کیا حکمت و مصلحت ہے؟

جواب(۱): مقتضائے حال یہی تھا کہ لفظ "متوفيك" کو "رافعك" پر مقدم کیا جائے کیونکہ مذکورہ ارشادِ ربانی حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی تسکین و تسلی اور ان کے تطمینِ قلب کے لیے تھا کیونکہ جس وقت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

ملعون یہودیوں کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے یہود بے بہبود محاصرہ کر کے بالکل آپ کے قتل کے درپے تھے حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنا انجام، قتل یا سولی کی شکل میں صاف نظر آرہا تھا، ایسے نازک ترین حالت میں ضرورت سب سے پہلے اسی کی تھی کہ خوف قتل کو آپ کے دل سے دور کیا جائے، پس اولاً اللہ رب العزت نے اپنے نبی کے دل سے خوف وہراس دور کرنے کے لیے لفظ "**متوفيك**" کا مژدہ سنایا کہ بالکل جمع خاطر و مطمئن رہو، ہرگز ان کے ناپاک ہاتھ تم تک نہیں پہنچ سکتے، تمہاری موت ان کے ہاتھوں مقدر نہیں بلکہ تم کو تو میں خود موت دوں گا کہ تم بعد میں اپنے وقت مقررہ پر اپنی طبعی موت سے وفات پاؤ گے۔

اس کے بعد "**رافعك إلي**" سے حفاظت کی شکل بتائی گئی کہ تمہاری حفاظت کی ظاہری شکل یہ کر دیتا ہوں کے تم کو تمہارے دشمنوں کے بیچ سے زندہ و سلامت روح مع الجسد آسمان پر اٹھا لیتا ہوں تا کہ جس طرح تمہاری خِلقت و پیدائش شان عجیب کی مظہر تھی اسی طرح تمہارے حفاظت کی صورت بھی شانِ عجیب کی مظہر ہو۔

حکمت (۱): "متوفيك" کی تقدیم کا ایک فائدہ یہ ہے کہ تا کہ مستقبل میں جو کچھ ہونے والا تھا اس پر روشنی پڑ جائے کہ لوگوں کو ابتدا ہی سے معلوم ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کا رفعِ سماوی عارضی و وقتی چند روز کے لیے ہے اور وہ پھر دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے اور اپنے دشمنوں پر فتح پائیں گے اور بعد میں اپنی طبعی موت وفات پائیں گے۔ حضرت عیسیٰ کا رفع و نزول، دشمنوں پر فتح و ظفر، بعدَہ ان کی طبعی موت یہ سب امور ان کا معجزہ اور ان کے اعزاز و اکرام کی تکمیل ہے۔

حکمت (۲): لفظ "متوفيك" کی تقدیم کا دوسرا فائدہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدہ الوہیت کا ابطال ہے جو کہ سب سے اہم اور مقدم تھا کیونکہ ان کے زندہ

آسمان پر اٹھالئے جانے سے ان کی الوہیت کا باطل عقیدہ و نظریہ رکھنے والے یہ کہہ سکتے تھے کہ عیسیٰ مسیح بھی خدا تعالیٰ کی طرح حی و قیوّم ہیں اسی لیے تو زندہ آسمان پر چلے گئے پس شروع ہی میں "متوفيك" کہہ کر اس باطل عقیدہ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی کہ عیسیٰ ابن مریم خدا کیسے ہو سکتے ہیں ان کو تو مجھے موت دینا ہے اگر وہ خدا اور الٰہ ہوتے تو موت سے دوچار نہ ہوتے۔

جواب (۳): جملۂ اولی چونکہ جملۂ ثانیہ کی دلیل تھا اور دلیل دعوی پر رتبۃً مقدم ہوا کرتی ہے اس لیے ترتیبِ ذکری میں بھی ترتیب رتبی کی رعایت رکھی گئی کہ " متوفيك" کو" رافعك" پر مقدم کیا گیا کیونکہ آیت کریمہ میں دو وعدوں کا ذکر ہے جس میں سے پہلا وعدہ بعد میں پورا ہوگا اور بعد کا وعدہ پہلے پورا ہو چکا۔

خلاصۂ کلام: خواہ سورہ آل عمران کی آیت "**اِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسٰۤى اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ**" ہو یا سورہ مائدہ کی آیت "**فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ**" ہو دونوں جگہ "توفي" کے مجازی و مشہور معنی موت کے مراد نہیں ہیں بلکہ اس کا معنی حقیقی "أخذ الشيء وافيا" کے یعنی پورا پورا لینے کے مراد ہیں جس کی دلیل وہ احادیث متواترہ ہیں جو بصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور خود قرآن مقدس بھی اسی کی گواہی دیتا ہے۔ کما قال الله تعالی: "**وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰـكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ**" وقال:"**وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا**" اور جن مترجمین حضرات نے "متوفيك" اور "توفيتني" کا ترجمہ موت سے کیا ہے ان سب کے نزدیک اپنے وقت پر قربِ قیامت نزول کے بعد وفات پانا مراد ہے۔

کیا آیت ہذا وفات عیسی پر دلالت کرتی ہے؟

سوال (۱) وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران: ۱۴۴) اور محمد ایک رسول ہی تو ہیں، اور ان سے پہلے بھی بہت سارے رسول گزر چکے ہیں، آیت کریمہ کی عمومیت تو تمام انبیاء کی طرح وفاتِ عیسی پر بھی دلالت کرتی ہے؟

جواب: لفظ "خَلَت "مَاتَ یعنی مرنے کے معنی میں نہیں بلکہ "مضٰی" گزرنے کے معنی میں ہے اور گزرنا عام ہے خواہ مر کر ہو یا کسی اور طرح، اور اگر "خلت" کو موت کے معنی میں مان بھی لیا جائے تو دیگر ادلۂ صحیحہ کے ذریعے حضرت عیسی علیہ السلام کی ذات اس حکم سے مختص و مستثنٰی ہے اور دلیلِ منفصل سے بھی تخصیص عند العلماء مقبول ہے، نیز اَلرسول کا کلمہ عموم میں صریح بھی نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اس میں داخل ہونا ضروری ہو۔

کیا "اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ "میں عیسی علیہ السلام داخل نہیں؟

سوال (۲): وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ ۙ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ. (سورہ نحل: ۲۰ / ۲۱) اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر یہ لوگ جن دیوتاؤں کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فائدہ نہیں کرتے وہ تو خود ہی مخلوق ہیں وہ بے جان ہیں ان میں زندگی نہیں اور ان کو اس بات کا بھی احساس نہیں ہے کہ ان لوگوں کو کب زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔

نصاری حضرت عیسی علیہ السلام کو اِلہ اور معبود قرار دے کر ان کی پرستش کرتے ہیں کما فی القرآن الکریم "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ

ابْنُ مَرْيَمَ " آیت مذکورہ میں اَمواتٌ، غیر احیاکے ذریعے ان معبودانِ باطلہ کو مردہ کہا گیاہے جس میں حضرت عیسی بھی داخل ہیں اس سے تو یہ پتہ چلتاہے کہ حضرت عیسی بھی وفات پاچکے ہیں۔

جواب (۱): حضرت عیسی بھی چونکہ بعدِ نزول وفات وموت سے دوچار ہوں گے اس لیے وہ بھی اموات میں داخل ہیں۔

جواب (۲): یہ بھی ممکن ہے کہ مِنْ دُوْنِ اللهِ سے مراد وہ کنکر پتھر اور تانبہ وپیتل کے بنے بُت اور مورتیاں ہوں جن کی پوجاپاٹ کی جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے خارج ہوں اور رہ گئی ان کی الوہیت وخدائی کی تردید وابطال کی بات تو دوسری آیات کے ذریعے سے ہوتی ہے۔

حضرت عیسیٰ مسیح کا رفع ونزول غیر مستبعد ہے۔

جب حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی ولادت باسعادت ایک عظیم الشان اعجازی شان کی مظہر ہے کہ عام انسانی قاعدۂ تَوالُد و تناسل سے بالکل ہٹ کر بغیر واسطۂ باپ، محض نفخۂ جبرئیل سے ہوئی ہے، تو اب ان کے رفع سماوی اور سینکڑوں سال بعد نزول و وفات میں کونسے استعجاب اور استبعاد کی بات ہے، بلکہ یہ تو بالکل قرینِ قیاس ہے کہ ان کے احوال و کوائف اور ان کی موت بھی عام ضابطہ کے خلاف اور معمول عام سے ہٹ کر ہونا چاہیے۔

نیز جو چیزیں ممکن ہوں یعنی ممتنع بالذات نہ ہوں اور نہ شرعًا ممکن ہوں وہ سب چیزیں "إن الله على كل شيء قدير " کی رو سے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہیں۔ کسی کو زندہ آسمان پر اٹھالینا چونکہ ممکن ہے عقلاً یا شرعاً ممتنع نہیں ہے اس لیے عقلاً اس کے ماننے میں کوئی تامل اور پس وپیش نہیں ہونا چاہیے بلکہ خبرِ صحیح کے بعد

اس کا ماننا شرعاً ضروری ہے۔" وليس في العقل و لا في الشرع ما يبطله فوجب اتباعه" (شرح صحيح مسلم للنووي) (و يجري هذا الدليل في المعراج أيضا) اور یہی دلیل واقعۂ معراج میں بھی جاری ہو گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آسمان پر کیوں اٹھائے گئے؟

سوال: تمام انبیاء میں حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی کیوں آسمان پر اٹھائے گئے؟

جواب: آسمان در حقیقت عیسیٰ علیہ السلام کی ھجرت گاہ ہے، جہاں ان کو ان کے دشمن یہودیوں کے بیچ سے بحفاظت اٹھا کر منتقل کیا گیا ہے جس کے بعد وہ دنیا میں دوبارہ تشریف لا کر اپنے دشمن یہودیوں پر مکمل فتح حاصل کریں گے، جیساکہ عادۃً یہی دستورِ خداوندی ہے کہ انبیاء و رسل کی تکذیب و تردید اور ان کی تحقیر وتوہین کی صورت میں اولاً نبیوں کو دارالکفر سے دارالامن کی طرف ہجرت کرائی جاتی ہے اس کے بعد یا تو ان کے مخالفین و معاندین پر آسمان سے ہلاکت خیز عذاب نازل کیا جاتا ہے جیساکہ قوم عاد و ثمود اور قومِ صالح کے ساتھ ہوا یا تو پھر دوبارہ لوٹا کر ان کو ان کے دشمنوں پر مکمل فتح و کامیابی دلائی جاتی ہے جیساکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق عام انسانوں کی تخلیق سے مختلف، عجیب و غریب تھی، کما قال اللہ تعالیٰ "اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ" اس لیے ان کی ہجرت بھی انہی کی شایان شان عام نبیوں کی ہجرت سے بالکل مختلف، عجیب و غریب انداز میں کرائی گئی۔

جواب (۲): سید الانبیاء خاتم الرسل حضرت نبی پاک علیہ السلام کی تشریف آوری چونکہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہی کے بعد

متصلاً ہونے والی تھی جیسا کے انھوں نے اپنے آنے کے بعد یہ بشارت سنائی بھی، کما قال اللہ: "وَ اِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ " (سورۃ الصف: ٦)، (اور وہ وقت یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا تھا اے بنو اِسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا ایسا پیغمبر بن کر آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس رسول کی خوش خبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے۔) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج آسمانی سے سرفراز کیا جانا تھا اس لئے انہی کے ذریعہ رفع سماوی کے واقعہ سے لوگوں کے کانوں کو مانوس کر دیا گیا، تاکہ جس وقت واقعہ معراج پیش آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی معراج جسمانی و آسمانی کا اعلان فرمائیں تو کسی کو مجال سخن و مجال انکار نہ رہے کیونکہ اس قسم کا واقعہ تو پہلے بھی پیش آچکا ہے۔

رومی عدالت میں یہود کا حضرت عیسیٰ مسیح پر مقدمہ

بنی اسرائیل جو صدیوں سے مسلسل نافرمانی کر رہے تھے، پے در پے کئی انبیاء کو قتل کر چکے تھے، ہر اس بندۂ صالح کے خون کے پیاسے ہو جاتے تھے جو نیکی اور راستی کی طرف ان کو دعوت دیتا تھا، اللہ تعالی نے ان پر اتمام حجت کرنے اور انھیں ایک آخری موقع دینے کے لیے بیک وقت حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ جیسے دو جلیل القدر پیغمبروں کو بھیجا جن کے ساتھ مامور مِنَ اللہ و نبیُّ اللہ ہونے کی ایسی کھلی کھلی نشانیاں تھیں جس سے صرف وہی لوگ انکار اور صرف نظر کر سکتے تھے جو حق و صداقت سے انتہائی درجہ کا عناد رکھتے ہوں اور حق کے مقابلہ جن کی

جسارت و بے باکی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہو، یہودیوں نے صرف ان دونوں پیغمبروں کی دعوت ہی کو نہیں ٹھکرایا بلکہ ان کے ایک رئیس نے علی الاعلان حضرت یحییٰ جیسے بلند پایہ انسان کا سر ایک رَقّاصہ کی فرمائش پر قلم کرا دیا اور ان کے علماء اور فقہاء نے سازش کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رومی سلطنت سے سزائے موت دلانے کی کوشش کی، جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ

ان دنوں شام و فلسطین کی غالب آبادی یہودیوں کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی کے ایک فرد تھے لیکن شام کو سیاسی و خارجی امور میں خودمختاری بالکل حاصل نہ تھی بلکہ وہ مشرک رومی حکومت و سلطنت کا ایک جزو حصہ تھا، شہنشاہ روم کی طرف سے پورے ملک شام کا ایک نائب السلطنت یعنی وائسرائے مقرر تھا اور اس کے ماتحت ایک والی امیر صوبۂ فلسطین کا تھا، یہودی باشندوں کو صرف اپنے ذاتی اور مذہبی معاملات میں آزادی حاصل تھی اور وہ اپنے لوگوں کے مقدمات کو اپنی مذہبی عدالت میں چلا سکتے تھے لیکن سزاؤں کے نفاذ کے لئے ان مقدمات کو ملکی عدالت میں ہی لانا پڑتا تھا، الحاد کے جرم میں قتل کا فتویٰ خود یہود کی عدالت دے سکتی تھی لیکن واقعۃً سزائے موت کا نفاذ صرف رومی ملکی عدالت کے ہاتھ میں تھا اور سزائے موت رومی حکومت میں سولی کے ذریعے دی جاتی تھی چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا اعلان کیا تو یہود کے اکابر اور سردار لوگ مخالفت ایذا پر کمربستہ ہو گئے اور بالآخر یہ طے کر لیا کہ آپ کو ختم ہی کر دیں چنانچہ پہلے اپنے مذہبی قانون کے مطابق حضرت عیسیٰ کو مُلحِد، بدعتی اور یہودیت سے خارج ہونے کا جھوٹا الزام لگا کر واجب القتل قرار دیا لیکن سزائے موت نافذ کرنے میں خودمختار نہ تھے اس لئے رومی حاکموں کی ملکی عدالت سے سزائے موت نافذ کرنے کی درخواست کی اور سزائے موت کے نفاذ کو یقینی بنانے کے لئے آپ پر

ملک کی غداری اور قومی بغاوت کا بھی مقدمہ چلایا اس طرح وہ اپنی کوشش اور جھوٹے استغاثے اور جھوٹی شہادتوں کے ذریعے حکومت رومہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی سزائے موت کے نفاذ کا پروانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے،

لیکن قبل اس کے کہ یہود کا ناپاک خواب شرمندہ تعبیر ہوتا اور وہ اپنے ناپاک منصوبے میں کامیاب ہوتے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل و سولی کو عملی جامہ پہناتے اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے چنگل سے صحیح و سلامت ان کے جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھالیا اور یہود تکتے رہ گئے اور ان کا خواب چکنا چور ہو گیا، اسی واقعے کی طرف قرآن کی اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ اور وہ (یعنی قتل عیسیٰ کے بارے میں ایک) چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ کو بچانے کے لئے) چال چلا اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔

آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کی صورت

آسمان پر اٹھائے جانے کی کیفیت اور اس کی تفصیل بتانے سے قرآنِ کریم ساکت و خاموش ہے، پس نہ کسی خاص کیفیت کی تعیین کی جاسکتی ہے اور نہ نفی۔ ہاں! البتہ قرآن کے اندازِ بیان "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا" سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے اٹھائے جانے کی کیفیت خواہ کچھ بھی ہو مگر وہ غیر معمولی ضرور تھی۔ ورنہ اسماءِ حسنیٰ میں "عزیزاًو حکیماً" کے علاوہ کوئی اور اسمِ حسن لایا جاسکتا تھا پس گویا کہ "حکیماً" سے حکمتِ رفع کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا آسمان پر اٹھایا جانا حکمتِ خداوندی کے تحت ہوا ہے اور "عزیزاً" سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی اس کو محال اور ناممکن نہ سمجھے کیونکہ اللہ

رب العزت قادرِ مطلق ہے اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آسمان پر اٹھائے جانے کی صورت یہ پیش آئی کہ اللہ رب العزت نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیج کر اس کے ذریعہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا اور یہ واقعہ لیلۃ القدر میں بیت المقدس کے اندر پیش آیا جس وقت کہ آپ کی عمر تینتیس برس کی تھی۔ آپ کی والدہ یہ منظر دیکھ کر آپ سے چمٹ گئیں اور رونے لگیں تو آپ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ قیامت میں ملاقات ہوگی اور اس واقعہ کے بعد آپ کی والدہ چھ برس تک باحیات رہیں۔ كما في الجلالين (ص / ۵۲) روي أن الله تعالى أرسل إليه سحابة فرفعته فتعلقت به أمه و بكت فقال لها إن القيامة تجمعنا و كان ذلك في ليلة القدر ببيت المقدس و له ثلاث و ثلاثون سنة و عاشت أمه بعده ست سنين۔

سوال: وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا سے تو حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی رفع الی السماء ثابت ہوتا ہے تو پھر حضرت عیسی علیہ السلام کی اس میں کیا خصوصیت رہ گئی؟

جواب: آیتِ مذکورہ میں رفعِ جسمانی مراد نہیں بلکہ رتبے و درجے کی رفعت و بلندی مراد ہے، کہ اللہ رب العزت نے حضرت ادریس علیہ السلام کو شرفِ نبوت اور قربِ الٰہی کے خصوصی بلند مقام پر فائز کیا، یا مراد جنت میں رفع درجات ہے، کیونکہ حضرت ادریس علیہ السلام کا رفعِ جسمانی و آسمانی، نہ تو آیتِ مذکورہ سے یا کسی اور آیت سے بصراحت ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی کسی صحیح، مرفوع اور قوی حدیث سے۔ كما في فتح الباري:(۶ / ۳۷۵) قال الحافظ ابن حجر:" و كون إدريس رفع وهو حي لم يثبت من طرق مرفوعة قوية" اور بعض روایات سے جو ان کا آسمان پر اٹھایا جانا منقول ہے تو ان کے متعلق ابن کثیرؒ فرماتے ہیں "هذا من أخبار

كعب الأحبار الإسرائيليات وفي بعضه نكارة" کہ یہ کعب احبار کی اسرائیلی روایات میں سے ہے اور ان میں سے بعض میں نکارت واجنبیت ہے۔

سوال: بَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ اور وَرَافِعُكَ إِلَيَّ میں، رفع سے مراد مقام ومرتبہ کی بلندی ہے جیسا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق وارد ہونے والی آیت مبارکہ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا میں رتبے ودرجے کی بلندی مراد ہے؟

جواب: اگر ادریس علیہ السلام کے حق میں رفع سے مقام اور مرتبے کی بلندی مراد ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں بھی رفع سے رتبے اور درجے ہی کی رفعت وبلندی مراد ہو، اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ دونوں کے حق میں وارد ہونے والی آیات کا اسلوب و انداز جداگانہ ہے، حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں وارد ہونے والی آیت بَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ اور وَرَافِعُكَ إِلَيَّ تو روح و جسم کے ساتھ اٹھائے جانے میں صریح ہے، اور مزید براں ان کے رفعِ جسمانی وروحانی اور قربِ قیامت آسمان سے اترنے کے بارے میں بکثرت روایات بھی موجود ہیں جو معنی اور مفہوم کے اعتبار سے صریح بھی ہیں اور دلالت کے اعتبار سے قطعی بھی، بخلاف حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں وارد ہونے والی آیت وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا کے کہ یہ آیت ان کے رفع جسمانی وآسمانی میں صریح ہونے کے بجائے مقام ومرتبے کی بلندی میں بمنزلۂ صریح کے ہے، اور ان کے رفعِ جسمانی کے تعلق سے کوئی صحیح و قوی اور مرفوع حدیث بھی موجود نہیں۔ کما مر آنفا.

قتل عیسیٰ کے اشتباہ کی وجہ

واقعہ یوں پیش آیا کہ جب یہود نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ

کے حواری ایک جگہ جمع ہو گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کے پاس تشریف لے آئے، ابلیس لعین نے یہود کے اس دستہ کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے کھڑا تھا حضرت عیسیٰ کا پتہ بتادیا اور چار ہزار آدمیوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حوارین سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کے لیے آمادہ ہے کہ باہر نکلے اور اس کو قتل کر دیا جائے اور پھر وہ جنت میں میرے ساتھ ہو ان میں سے ایک آدمی نے اس غرض کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا، آپ علیہ السلام نے اس کو اپنا کرتہ عمامہ عطا کیا پھر اس پر آپ کی مشابہت ڈال دی گئی اور جب وہ باہر نکل آیا تو یہود اسے پکڑ کر لے گئے اور اس کو سولی پر لٹکا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔ (تفسیر قرطبی) اور تفسیر مظہری میں اس طرح سے ہے کہ یہودیوں نے طَیطَلانوس نامی ایک شخص کو قتل عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے بھیجا تھا، حضرت عیسیٰ تو مکان میں نہ ملے اس لیے کہ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تھا اور یہ شخص جب گھر سے نکلا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنادیا گیا تھا پس اس طرح سے یہود مغالطہ میں پڑ گئے۔

ان میں سے جو بھی صورت حال پیش آئی ہو سب کی گنجائش ہے قرآن کریم نے کسی خاص صورت کو متعین نہیں فرمایا ہے اس لئے حقیقتِ حال کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ یہود و نصاریٰ کو زبردست مغالطہ لگا اور حقیقی واقعہ ان سے پوشیدہ رہا۔ "وَلٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ" اور ہر ایک نے اپنے گمان و قیاس کے مطابق طرح طرح کے دعوے کئے ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ: "وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ‌ ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ‌ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا ۢ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا" [سورة النساء: ۱۵۷، ۱۵۸] اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا

ہے، وہ اس سلسلہ میں شک کا شکار ہیں اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ عیسیٰ کو قتل نہ کر پائے بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس اٹھا لیا تھا، اور اللہ تعالیٰ بڑا صاحب اقتدار، بڑی حکمت والا ہے۔

سوال: قتل دجال کیلئے حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی کیوں؟

جواب(۱): انبیاء بنی اسرائیل نے جہاں مسیح ضلالت دجال اکبر کے فتنوں سے آگاہ کیا تھا وہیں خاتم الانبیاء سے پہلے ایک مسیح ہدایت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بھی خبر دی تھی، لیکن جب یہودیوں کے لیے مسیحُ الھُدیٰ بن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو بجائے اس کے کہ وہ آپ کو مسیحِ ہدایت سمجھ کر آپ پر ایمان لاتے، آپ کی تائید و نصرت کرتے، آپ کو مسیحِ ضلالت قرار دے کر آپ کے قتل کا ناپاک منصوبہ بنا ڈالا اور اپنے گمان باطل کے مطابق آپ کو مار بھی ڈالا اور اب وہ لوگ بڑی بے تابی کے ساتھ مسیح ہدایت کے منتظر ہیں، پس جس وقت مسیح ضلالت، شیطان، دجال کذاب ظاہر ہو گا تو یہ اسی کو اپنا مسیح ہدایت سمجھ کر دوڑ کر اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی ہر طرح سے تائید و نصرت کریں گے اور لوگوں کو باور کرانے کی کوشش کریں گے کہ یہی مسیح ہدایت ہے اور جس کو ہم لوگوں نے قتل کیا تھا وہ مسیح ضلالت تھا، بس اب اس بات کی ضرورت تھی کہ مسیح ہدایت و مسیح ضلالت دونوں ایک ساتھ اکٹھا ہوں، اور دونوں میں امتیاز ہو جائے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے، کہ جو جس کو ختم کر دے وہ مسیح ہدایت ہے اور جو خود مر جائے وہ مسیح ضلالت ہے۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لا کر علی الاعلان مسیح ضلالت دجال اکبر کو قتل کریں گے، اور دو اور دو چار کی طرح لوگوں کے سامنے

واضح ہو جائے گا کہ آپ ہی مسیح الھدیٰ ہیں اور جو کمبخت مارا گیا وہ مسیح الضلال تھا اور یہ مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے اتارنے سے حاصل ہو سکتا ہے نہ کہ کسی اور کے، کیونکہ التباس واشتباہ انہیں دونوں کے درمیان ہے۔

جواب(۲): قتل دجال کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعین در حقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کی دلجوئی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نبی بن کر دنیا میں تشریف لائے تو دیکھا کہ انکے متبعین کے مقابلے میں ان کے مکذبین ومعاندین کی تعداد کہیں زیادہ ہے جس کی شکایت انہوں نے اللہ رب العزت سے کی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بشارت سنائی کہ میں تم کو مخالفین سے بحفاظت آسمان پر اٹھا لیتا ہوں اور اس کے بعد آخری وقت میں قتلِ دجال پر تم کو دوبارہ دنیا میں بھیجوں گا اور تم دجال کو قتل کرو گے اور اپنے مخالفین ومعاندین پر فتح حاصل کرو گے۔ كما قال كعب الأحبار "فلما رأى عيسى قلة من اتبعه و كثرة من كذبه، شكا ذلك الى الله فاوحي الله اني متوفيك و رافعك إلي و ليس من رفعته عندي ميتا و إني سابعثك الي الاعور الدجال فتقتله" (تفسير القرطبي)

منکرِینِ نزولِ عیسیٰ کے ایک استدلال کا جواب

اگر کسی نبی کے لیے دنیا کی طرف دوبارہ لوٹنا ممکن تھا تو اس کے سب سے زیادہ مستحق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور رسول سے افضل وبرتر ہیں؟

جواب(۱): یہ بات اس وقت درست ہو سکتی تھی جب کسی نبی کے اس کی موت ووفات کے بعد دوبارہ دنیا کی طرف لوٹنے کے بارے میں ہوتی لیکن یہاں تو بات چل رہی ہے حضرت عیسی علیہ السلام کے ان کی وفات سے پہلے دنیا میں آنے

کی، نہ کہ ان کی موت ووفات کے بعد۔

جواب(۲): نزول عیسیٰ علیہ السلام کی مصلحت در حقیقت ان کے متعلق یہود کے اس اشتباہ و مغالطہ کو دور کرنا ہے جو کہ یہود کو پیدا ہوا کہ نعوذ باللہ انہوں نے مسیحِ ہدایت حضرت عیسی علیہ السلام کو مسیحِ ضلالت قرار دے کر اپنے گمانِ باطل کے مطابق مار ڈالا ہے، اب حضرت عیسی علیہ سلام کو دوبارہ دنیا میں بھیج کر ان کے ہاتھ سے قتلِ یہود و قتلِ دجال کرا کے اس اشتباہ کو دور کیا جانا ہے، تو جب اشتباہ عیسی علیہ السلام کے تعلق سے ہے تو پھر دوسرے کا رفع و نزول کیونکر ہوتا۔

نصاری کے باطل عقائد اور ان کی تردید

نصاریٰ کا مشہور عقیدۂ تثلیث اور اس کا ابطال

نصاریٰ کی سب سے بڑی گمراہی انکا عقیدۂ تثلیث ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک خدا مرکب ہے اور اس کے اجزاءِ ترکیبیہ تین ہیں: (۱) اب (۲) ابن (۳) روح القدس یا کنواری مریم اور ان تینوں اجزاء کا مجموعہ خدا ہے۔ اور یہ تینوں جزء الوہیت، ازلیت اور ابدیت میں مساوی و برابر ہیں۔ قول مشہور کے مطابق یہ اجزاء ثلاثہ بذات خود علاحدہ علاحدہ مستقل خدائی حیثیت رکھنے کے باوجود تینوں مل کر ایک ہی خدا ہیں نہ کہ تین اور اس کا نام یہ "توحید فی التثلیث" رکھتے ہیں۔

دلیل بطلان: لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تینوں اقنوم و اجزاء الگ الگ مستقل خدا ہیں اور بقول ان کے ہر ایک پر خدا کا اطلاق بھی درست ہے تو پھر یہ تو تین خدا ہوئے نہ کہ ایک خدا۔ ایک کہاں رہا توحید باقی نہ رہی، اور اگر تینوں مل کر ایک ہی خدا بنے اور ہر ایک مستقل علحدہ علحدہ خدا نہیں ہے تو تثلیث باقی نہ

رہی دونوں میں سے یعنی توحید و تثلیث میں سے ایک ہی باقی رہ سکتی ہے ورنہ تو اجتماع ضدین لازم آئے گا جو کہ سراسر باطل ہے۔

کیوں کہ تَوَحُّد و تکثُّر (یعنی توحید و تثلیث) دونوں باہم متضاد ہیں دونوں ایک ساتھ قطعاً جمع نہیں ہوسکتے اور جبکہ ان کے قول باطل سے یہی لازم آتا ہے۔

یہی تو وہ بھول بھلیا، وہ خوابِ پریشان اور ناقابل حل چیستاں ہے جس میں تقریباً دو ہزار سال سے عیسائی مفکرین سر دھن رہے ہیں اور اس گتھی کو سلجھانے میں فرقے پر فرقے اور کلیساؤں پر کلیسا بنتے چلے گئے اور اس ڈور کو جتنا سلجھاتے رہے اتنی ہی الجھتی چلی گئی کہ ہم بھلا توحید و تثلیث کا فلسفہ ایک ساتھ کیسے نبھائیں! آخر ایک تین اور تین ایک کیسے ہوسکتے ہیں۔ اسی الجھن میں آج تک وہ حیران و پریشان ہیں۔ لیکن خیال رہے کہ ان کی یہ الجھن نہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اور نہ ہی عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی طرف سے بلکہ یہ خود ان کے غلو فی الدین کا نتیجہ ہے۔ اس کا سیدھے طریقے سے بس ایک ہی حل ہے کہ دامنِ اسلام میں پناہ لے لیں۔ اور وہ اسلامی طریقے پر اللہ تعالیٰ کو ایک مانیں، حضرت عیسیٰ مسیح کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھیں، عیسیٰ مسیح، روح القدس اور مریم رضی اللہ عنہا کی الوہیت کے عقیدے سے باز آجائیں۔ یہی ان کے حق میں بہتر اور ان کے لیے راہِ نجات ہے۔ "يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ٞ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا" [سورۃ النساء/۱۷۱] اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو، اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم محض

اللہ کے رسول تھے اور اللہ کا ایک کلمہ تھا جو اس نے مریم تک پہنچایا اور ایک روح تھی جو اس کی طرف سے (پیدا ہوئی) تھی۔

دلائل بطلان

اگرچہ یہ عقیدہ بالکل بدیہیُ البطلان ہے تاہم چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل(۱): خدائی کے یہ تینوں اجزاء اپنے وجود اور تشخص میں ایک دوسرے سے ممیز و ممتاز ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو یہ تین اشخاص جداگانہ ہوئے نہ کہ ایک۔ پھر ایک کہنا غلط ہے اور اگر نہیں ہیں تو تین نہ ہوئے ایک ہی ہوا پھر تین کہنا غلط ہے۔

دلیل (۲): تینوں مل کر مستقل خدا ہوتے ہیں یا جداگانہ بھی ہر ایک خدا ہے؟ پہلی صورت میں ہر ایک کو خدا کہنا غلط ہے، نہ خود خدا، خدا ہے نہ روح القدس خدا ہے اور نہ حضرت مسیح خدا ہے، دوسری صورت میں تینوں مستقل خدا ہوئے نہ کہ ایک، پس توحید باقی نہ رہی۔

دلیل(۳): حضرت مسیح کو جب خدا تعالیٰ کا بیٹا کہا جاتا ہے تو باپ اور بیٹے میں ضرور تقدمِ ذاتی و زمانی ہے اب اس وقت اور اس گھڑی میں کہ جب خدا مسیح کا باپ نہ تھا تو خدا، خدا تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو پھر یہ کہنا کہ تینوں مل کر ایک خدا ہوئے غلط ہے کیونکہ وہ تو اس سے پہلے ہی خدا تھا اور اگر وہ اس وقت خدا نہیں تھا تو مسیح بھی خدا نہیں ہوسکتے اس لیے کہ جب باپ ہی خدا نہ تھا اور نقص ہی کی حالت اس سے مسیح پیدا ہوئے تو یہ کیوں کر خدا ہوگئے!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل و سولی کے تعلق سے تین مذاہب

(۱) یہود: جن کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ مصلوب و مقتول ہو کر مدفون

ہو گئے۔ وہ نہ دوبارہ زندہ ہوئے اور نہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

(۲) عیسائی: جن کا نظریہ یہ ہے کہ آپ مصلوب و مقتول ہو کر مدفون بھی ہو گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

(۳) اہل اسلام: جن کا عقیدۂ برحق آیت کریمہ " وَما قَتَلُوهُ وَما صَلَبُوهُ" اور "بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ" کی رو سے یہ ہے کہ نہ یہودیوں کا دعویٰ صحیح اور نہ عیسائیوں کا نظریہ درست بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ ابتدا ہی سے زندہ و سلامت آسمان پر اٹھا لئے گئے، نہ قتل و سولی کی نوبت آئی اور نہ دفن کی۔

سوال: عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر موجودگی اور ان کی حیات آیت کریمہ "وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ" اور "وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ" [الأنبياء:۸] (اور ہم نے ان (رسولوں) کو ایسے جسم بنا کر پیدا نہیں کیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ایسے تھے کہ ہمیشہ زندہ رہیں۔) کے منافی و معارض تو نہیں؟

جواب: بالکل نہیں! کیونکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ان کو کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ ان کے تعلق سے اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ آسمان سے زمین پر اترنے کے بعد طبعی وفات پائیں گے اور روضۂ اقدس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پہلو میں مدفون ہوں گے تو ان کے لیے وہ ہمیشگی کہاں ثابت ہوئی جس کی آیت کریمہ میں نفی کی گئی ہے!

عیسائیوں کے تین مشہور فرقے

(۱) یعقوبیہ (۲) نسطوریہ (۳) ملکانیہ۔

یعقوبیہ: یہ فرقہ یعقوب برادعی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے یعقوبیہ

اور یعاقبہ کہلاتا ہے۔

جس کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ مسیح عینِ خدا ہیں اور خدا ہی بشکلِ عیسیٰ مسیح دنیا میں اتر آیا، یا یہ کہ خدا کے ساتھ عیسیٰ بھی خدا ہیں۔ اي هو أيضا إله مع الله أي الهان (كما في حاشية الجلالين) اور بالفاظ دیگر اس عقیدہ کی اس طرح بھی تعبیر کی گئی ہے کہ عیسیٰ مسیح میں جزء انسانیت پر جزء الوہیت غالب ہے وہ اس طرح کہ لاہوت اور ناسوت دونوں جمع ہو کر ایک طبیعت لاہوت بن گئے اور دونوں کی مشیت ایک ہو گئی یعنی مسیح، اللہ کا جسمانی ظہور ہے اور بعینہ اللہ ہے۔ اس فرقہ کا ذکر اور اس کی تردید اس آیت کریمہ میں موجود ہے "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ" [المائدة: ۷۲] وہ لوگ یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ " اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔ یقین جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھرائے اللہ نے اس کے لیے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور جو لوگ (یہ) ظلم کرتے ہیں ان کو کسی قسم کے یار و مددگار میسر نہیں آئیں گے۔

نسطوریہ: نسطور نامی قسطنطنیہ کا بطریق تھا، یہ فرقہ اسی کی طرف منسوب ہو کر نسطوریہ کہلاتا ہے، جسکا کہنا ہے کہ عیسیٰ مسیح ابن اللہ ہے۔ اور وہ اپنے اس باطل عقیدہ "ابن اللہ" کی تشریح اس طرح سے بھی کرتے ہیں کہ مسیح کی شخصیت میں دو جزء ہیں (۱) جزء الوہیت (۲) جزء انسانیت۔ لیکن جزء انسانیت جزء الوہیت پر غالب ہے۔ اقنوم ابن نے جسم اختیار نہیں کیا اور مسیح سے اس کا تعلق حلول و اتحاد کا نہیں

ہے بلکہ اس نے اپنی محبت اس کو عطا کی جس کی وجہ سے مجازاً وہ ابن ہو گیا اور مریم نے صرف ایک انسان کو جنا جیسے کہ اور عورتیں جنتی ہیں۔ اس فرقہ کے عقیدہ کی تردید اس آیت کریمہ میں مذکور ہے "وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۟ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ " [التوبۃ: ۳۰] یہودی تو یہ کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصرانی یہ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ سب ان کی منہ کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ یہ ان لوگوں کی سی باتیں کر رہے ہیں جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں۔ اللہ کی مار ہو ان پر! یہ کہاں اوندھے بہکے جا رہے ہیں؟

ملکانیہ: جن کا نظریہ یہ ہے کہ عیسیٰ ثالثُ ثلاثہ ہیں، یعنی خدائی کے اجزاءِ ثلاثہ میں کے تیسرے جز ہیں۔ مسیح کے اندر الٰہی و انسانی دونوں طبیعتیں برابر موجود ہیں۔ اسی طرح مسیح میں الٰہی و انسانی دونوں مشیئتیں پائی جاتی ہیں، جسکی وجہ سے مسیح واقعی خدا بھی ہیں اور انسان بھی، اپنی خدائی حیثیت سے باپ کے برابر ہیں اور اپنی انسانی حیثیت سے خدا سے کمتر ہیں۔ اس فرقہ کا ذکر اور اس کی تردید اس آیت میں کی گئی ہے "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ " [المائدۃ: ۷۳] وہ لوگ یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اپنی اس بات سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے (ایسے) کفر کا ارتکاب کیا ہے ان کو دردناک عذاب پکڑ کر رہے گا۔

قرآن کریم میں تینوں فرقوں کو جداگانہ اور یکجا دونوں طرح سے مخاطب

کر کے ان کے باطل نظریات کی تردید کی گئی ہے اور یہ بات ان کے سامنے واضح کر دی گئی ہے کہ خدا تو بس ایک ہی ہے اور عیسیٰ مسیح تو مریم کے بطن سے پیدا شدہ انسان اور خدا تعالی کے سچے رسول ہیں۔ اور جس طرح ان سے پہلے انبیاء و رسل آئے اور گزر گئے یہ بھی اپنے پیش رو انبیاء کی طرح گزر جائیں گے، اگر یہ الٰہ و معبود ہوتے تو ہرگز نہ گزرتے اور یہ اور ان کی پاک باز ماں مریم دونوں ہی دیگر تمام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے چلتے پھرتے تھے اور تمام بشری لوازمات و عوارضات مثلاً قوت و ضعف اور بول و براز وغیرہ سے متصف تھے تو بھلا یہ خدا اور معبود کیسے ہوسکتے ہیں، کما قال الله تعالی:"مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۗ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ" [المائدۃ:۷۵] و کما قال: "يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا" اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو، اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم محض اللہ کے رسول تھے اور اللہ کا ایک کلمہ تھا جو اس نے مریم تک پہنچایا اور ایک روح تھی جو اس کی طرف سے (پیدا ہوئی) تھی۔

عیسیٰ مسیح کے متعلق عیسائیوں کے چار بنیادی باطل عقیدے:

(۱)عقیدۂ حُلول و تجسُّم (۲)عقیدۂ مصلوبیت (۳)عقیدۂ حیاتِ ثانیہ

(۴)عقیدۂ کفارہ

عقیدۂ حلول و تجسُّم

جس کا مطلب بقول نصاریٰ یہ ہے کہ خدا کے اجزاءِ ثلاثہ میں سے ابن کا جز جو خود مستقل خدا کی حیثیت رکھتا ہے اور جو کنایہ ہے خدا کی صفتِ کلام سے، یہ جز حضرت عیسیٰ مسیح کے انسانی وجود میں حلول کر گیا اور مجسّم ہو کر عیسیٰ مسیح کی شکل اور ان کے روپ میں دنیا کے اندر ظاہر ہوا اور حضرت عیسیٰ جب تک دنیا میں رہے خدائی کا یہ جزء یعنی ابن ان کے جسم میں حلول کیے رہا یہاں تک کہ جب یہودیوں نے آپ کو سولی پر چڑھا دیا اس وقت یہ جز ان کے جسم سے الگ ہوا۔

عقیدۂ مصلوبیت وحیاتِ ثانیہ

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ آپ پکڑے گئے، مارے گئے، سولی پر چڑھائے گئے اور تین دن تک مردہ رہے۔ پھر دوبارہ زندہ ہو کر حواریوں کو دکھائی دیے اور انہیں کچھ ہدایات دے کر آسمان پر اٹھا لیے گئے اور اب وہ رب کے دائیں جانب بیٹھے ہیں۔

عقیدۂ کفارہ

یہودیوں نے جو آپ کو سولی پر چڑھایا اس سے تمام عیسائی مذہب پر ایمان رکھنے والوں کا وہ گناہ معاف ہو گیا جو حضرت آدم علیہ السلام کی غلطی سے ان کی سرشت اور طبیعت میں داخل ہو گیا تھا، یہ کفارہ کا عقیدہ ہے۔

عقیدۂ کفارہ گھڑنے کی وجہ

لیکن جب عیسائیوں سے بطور اعتراض کے کہا گیا کہ جب حضرت عیسیٰ مسیح خدا کے اکلوتے بیٹے تھے تو پھر سولی پر چڑھ کر لعنت کی موت کیوں مرے اور خدا اتنا کمزور تھا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو سولی پر چڑھنے سے نہ بچا سکا تو اس اعتراض سے بچنے اور اس پیچیدگی کو حل کرنے کے لیے کفارہ کا باطل عقیدہ گڑھ لیا اور اس باطل نظریے کی وضاحت اس طرح کرنے لگے کہ بات دراصل یہ ہے کہ ابو الانسان اور ام الانسان حضرت آدم و حوا علیہما السلام شجرہ ممنوعہ کا پھل کھا کر مرتکبِ معصیت و گناہ ہوئے۔ پس ان سے پیدا ہونے والے بنو آدم میں بھی یہ گناہ و معصیت منتقل ہوا اور ہر پیدا ہونے والا بچہ شکم مادر سے گنہگار پیدا ہو رہا تھا اب ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی شخص تمام بنی آدم کی طرف سے ان کے باپ حضرت آدم کی خطا و معصیت کے فدیہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دے تاکہ اس کی یہ قربانی دنیا بھر کے انسانوں کی خطاؤں اور گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور تمام انسان گناہ کے اس بوجھ سے آزاد ہو جائیں۔ پس عیسیٰ مسیح نے اس مقصدِ عظیم کے واسطے اپنی مبارک جان کی قربانی پیش کر دی بلکہ خود خدا تعالی نے ہی بندوں پر رحم کھا کر اس مقصد عظیم کے لیے اپنے چہیتے و اکلوتے بیٹے عیسیٰ مسیح کا انتخاب کیا کہ ان کو انسانی جسم میں دنیا کے اندر بھیجا اور انہوں نے سولی پر چڑھ کر موت کو گلے لگایا اور ان کی یہ موت تمام بنی نوع انسان کی طرف سے کفارہ ہو گئی **نعوذ باللہ من هذه الخرافات والأكاذيب ونسأل الله التثبيت على الصراط المستقيم حتى أتانا اليقين.**

قرآن کریم نے صاف صاف انداز میں عیسیٰ مسیح کے ابن اللہ ہونے اور ان کے مقتول و مصلوب ہونے کی صاف صاف تردید کی ہے جس سے خود بخود ان کے

عقیدۂ کفارہ کی تردید ہو جاتی ہے۔ **کما قال اللہ تعالی:**"إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ" کہکر عیسیٰ مریم کے بیٹے ہیں نہ کہ اللہ کے "وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ" اور نہ یہود عیسیٰ کو قتل کر سکے ہیں اور نہ انہیں سولی پر چڑھا سکے ہیں۔"**ولکن شبہ لھم**" لیکن ان کو اشتباہ میں ڈال دیا گیا(کہ اپنے ہی ایک آدمی کو قتل کر کے کہ جس کو عیسیٰ مسیح کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا تھا قتل عیسیٰ سمجھ کر خوش فہمی میں مبتلا ہوئے اور پھولے نہ سمائے۔)

عقیدۂ کفارہ کے ابطال کے دلائل

سب سے پہلے تو لغزشِ آدم کا گناہ و معصیت ہونا ہی محلِ غور ہے جس پر اس مَن گھڑت افسانہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

یہ عقیدہ تو خدا تعالیٰ کے قانون عدل " وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی" اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔[الْأَنْعَامِ: ۱۶۴] کے بالکل خلاف ہے کہ جرم کرے کوئی اور اس کی سزا بھگتے کوئی یہ تو بالکل کھلی ناانصافی ہے۔

(۳) اگر یہ عقیدہ اتنا اہم اور درست تھا تو خود حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اسے پوری طرح وضاحت کے ساتھ کیوں نہیں بیان کیا جبکہ اَناجیل کی کوئی عبارت ایسی نہیں ملتی کہ جس سے یہ باطل مفروضہ مستنبط ہوتا ہو۔

گناہوں کا اصل کفارہ اور راہِ نجات

تمام آسمانی کتابیں بیک زبان ہو کر کہتی ہیں کہ " نجات خدا کے فضل و کرم سے ہوتی ہے، جس پر اسکا فضل ہوا اسے نجات ملی، اور جو اسکے فضل و کرم سے

محروم رہا وہ ہلاکتِ ابدی میں جا پڑا۔ اس کے ساتھ ان کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ "خدا کا فضل و کرم ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ایمان لاتے ہیں، شریعت الٰہی پر عمل کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔

نیز خدا کے مقرب بندوں کی سفارش و شفاعت سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں، دیگر تمام آسمانی کتابوں کے ساتھ انجیل میں بھی ایمان و عمل صالح اور شفاعت مقربین ہی سے گناہوں کی معافی اور نجات کا ذکر موجود ہے، نہ کہ نصاریٰ کے خود ساختہ و باطل عقیدہ کفارہ پر۔

کیا اللہ کے لیے عقلاً و نقلاً اولاد ممکن ہے؟

جواب: ہر گز نہیں! کیونکہ اگر اللہ کے لیے اولاد مانی جائے تو دو حال سے خالی نہیں (۱) یا تو اولاد غیر جنس کی ہوگی (۲) یا ہم جنس ہوگی۔ اگر غیر جنس ہو تو اولاد کا غیر جنس ہونا عیب ہے اور حق تعالیٰ عیب سے پاک ہے۔

اور اگر ہم جنس ہو تو اس لیے باطل ہے کہ حق تعالیٰ کا کوئی ہم جنس نہیں کیونکہ جو صفاتِ کمال، لوازمِ ذاتِ واجبہ سے ہیں وہ اللہ کے ساتھ مخصوص اور غیر اللہ میں معدوم ہیں اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی کو مستلزم ہے لہذا ہم جنس ہونا بھی باطل ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندہ اور مخلوق ہیں اور مخلوق کا رشتہ تو اپنے خالق کے ساتھ صرف ملکیت اور مملوکیتِ مطلقہ کا ہے نہ کہ فرزندی و دلبندی کا، مملوکیت اور ابنیت میں میں تضاد و تنافی ہے جو مملوک ہے وہ ابن نہیں اور جو ابن ہے وہ مملوک نہیں۔ اللہ کی ذات بے نیاز ہے، ہر قسم کے احتیاج اور ذات بشریت کی ہر قسم کی رشتہ داری سے پاک و منزہ ہے، اسے اولاد اختیار کرنے کی کوئی حاجت و ضرورت نہیں کائنات کی ساری چیزیں ہی اس کی مملوک و مخلوق اور

اس کے امر و حکم کی پابند ہیں۔ کما قال اللہ تعالی: "وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ بَلۡ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ" [البقرة:۱۱۶] یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنایا ہوا ہے، (حالانکہ) اس کی ذات (اس قسم کی چیزوں سے) پاک ہے، بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ سب کے سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ وقال: "قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمۡ یَلِدۡ ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ وَ لَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" [الإخلاص] کہہ دو: "بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں۔"

وقال: "وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَیۡـًٔا اِدًّا تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَ تَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَ تَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا وَ مَا یَنۡۢبَغِیۡ لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا اِنۡ كُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا" اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدائے رحمن کی کوئی اولاد ہے! (ایسی بات کہنے والو!) حقیقت یہ ہے کہ تم نے بڑی سنگین حرکت کی ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ کہ ان لوگوں نے خدائے رحمن کے لیے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ خدائے رحمن کی یہ شان نہیں ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ ہیں، ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو خدائے رحمن کے حضور بندہ بن کر نہ آئے۔

وقال: "ذٰلِكَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِیۡ فِیۡهِ یَمۡتَرُوۡنَ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ

فَيَكُوْنُ " یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم! ان (کی حقیقت) کے بارے میں سچی بات یہ ہے جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کوئی بیٹا بنائے، اس کی ذات پاک ہے۔ جب وہ کسی بات کا فیصلہ کرلیتا ہے تو بس اس سے یہ کہتا ہے کہ "ہو جا" چنانچہ وہ ہو جاتی ہے۔

عیسی مسیح کے متعلق عیسائیوں کی غلط فہمی کے چار اسباب

۱) لفظ روح اللہ و کلمۃ اللہ ۲) ابن اللہ ۳) بغیر باپ کے پیدا ہونا ۴) آسمان پر اٹھایا جانا

کلمۃُ اللہ اور روحُ اللہ سے غلط فہمی اور اس کا ازالہ

کلمۃُ اللہ اور روحُ اللہ سے عیسیٰ علیہ السلام کے خدا اور جزءِ خدا ہونے کی غلط فہمی پیدا ہوئی وہ اس طرح کہ قرآن کریم کی طرح انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ کا لقب کلمۃ اللہ اور روح اللہ آیا ہے کہ عیسیٰ اللہ کی روح ہے اس اضافت اور نسبت سے نصاریٰ یہ سمجھ بیٹھے کہ نعوذ باللہ من ذالک اللہ نے اپنی روح کا کل یا بعض حصہ عیسیٰ کے جسم میں منتقل کر دیا ہے اور نتیجۃً ہندوؤں کے عقیدۂ اوتار کی طرح نصاریٰ بھی عقیدۂ حلول میں مبتلا ہو گئے اور حضرت عیسیٰ ہی کو خدا قرار دے دیا یا خدا کی خدائی میں ایک بٹا تین ۱/۳ کا ساجھی دار بنا دیا۔ کما قال اللہ تعالی "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ " وہ لوگ یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے۔ و قال "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ" وہ لوگ یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔

ازالۂ غلط فہمی

عربی زبان میں کبھی ایک چیز کی نسبت دوسری چیز کی طرف محض عظمت ،شرافت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے کی جاتی ہے بس روحُ اللہ و کلمۃُ اللہ میں اضافت صرف اسی مقصد کے لئے ہے جیسے کہ ہم کعبہ اور مسجد کی عظمت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے اس کی اضافت اللہ کی طرف کر کے بیتُ اللہ اور مساجدُ اللہ کہتے ہیں اور ہمارے ان جگہوں کو اللہ کا گھر کہنے کا نعوذ باللہ ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ اللہ مکانی ہے، اللہ وہاں رہتا ہے، جس طرح اللہ رب العزت کی ذات تحیّز، تمکّن اور مکان سے پاک ہے اسی طرح حلول اور تجسم سے بھی پاک ہے۔

سوال کیا قرآن وحدیث میں اور کہیں یہ اضافت موجود ہے

جواب: جی ہاں! متعدد جگہ جیسا کہ اللہ رب العزت تخلیقِ آدم کے متعلق فرماتا ہے "اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ" جس مخلوق کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا اس کے سامنے تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا یہاں بھی بیدی میں اضافت تکریم و تشریف کے لیے ہے جیسا کی روحُ اللہ اور کلمۃُ اللہ میں ہے کیوں کہ "لما خلقت بیدی" کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالی اوزار لے کر حضرت آدم کو گھڑنے بیٹھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنی خاص قدرت سے آدم کو معزز و محترم مخلوق بنایا اور حدیث میں ہے: فَإِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ (مسلم / ۲۶۱۲) کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے یہاں بھی "صورتہ" میں صورت کی اضافت اللہ کی طرف محض تشریف و تکریم کے لیے ہے اللہ تعالی نے حضرت آدم کو نہایت شاندار صورت و شکل پر پیدا کیا اپنی صورت پر پیدا کرنے کا

ہر گز یہ مطلب نہیں کہ جیسی ہماری تمہاری صورت ہے نعوذ باللہ! ویسے ہی اللہ کی بھی صورت ہے، اللہ رب العزت کی ذات تو شکل و صورت سے پاک ہے وہ تو "لیس کمثلہ شيء" ہے کہ اس کی طرح کوئی چیز نہیں ہے۔

ابنُ اللہ سے دھوکہ

ممکن ہے کہ انجیل میں بطورِ پیار و محبت کے عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا گیا ہو جس سے نصاری حضرت عیسیٰ مسیح کو اللہ کا حقیقی بیٹا سمجھ بیٹھے حالانکہ نصاری خود کو بھی اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ كما في القرآن الكريم: "وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ "[سورۃ المائدۃ (۵): آیۃ ۱۸] (کہ یہود و نصاری نے کہا کہ ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔) جب یہ خود کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور بیٹا کہنے کی وجہ سے وہ اللہ کے حقیقی بیٹے نہیں بن گئے تو بھلا عیسیٰ ابنُ اللہ کہنے سے حقیقی بیٹا کیسے بن گئے! در حقیقت عہدِ قدیم میں یہ ایک پیار و محبت کا کلمہ اور لفظ تھا جو خصوصی محبت و تعلق کی بنا پر بھی بولا جاتا تھا جس سے عیسائیوں کو دھوکا لگ گیا اور وہ عیسیٰ مسیح کو حقیقی بیٹا سمجھ بیٹھے۔ کما فی الفوز الکبیر ص ۳۴: إن لفظ الابن في العهد القديم كان مستعملا بمعنى المحبوب و المقرب و المجتبى"۔

بغیر باپ کے پیدا ہونے سے اشتباہ اور اس کا ازالہ

نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا ہونے کو دلیل خدائی سمجھ بیٹھے حالانکہ قرآن کریم نے نہایت سادہ انداز میں اس بات کو سمجھایا ہے کہ بغیر باپ کے پیدا ہونے سے خدا ہونا یا خدائی میں حصہ دار ہونا لازم نہیں آتا، حضرت

آدم علیہ السلام ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے ہیں مگر ان کو کوئی خدا نہیں مانتا پس جب آدم ماں باپ کے بغیر پیدا ہونے کے باوجود خدا نہیں بنے تو حضرت عیسیٰ خدا کہاں سے ہو گئے چنانچہ ارشاد ربانی ہے " اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ " حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اللہ کے یہاں آدم جیسا ہے کہ ان کا پتلا مٹی سے تیار کیا اور حکم دیا ہو جا تو وہ ہو گئے اور وہ مخلوق ہیں، خدا نہیں ہے " اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ " (آل عمران:۹۴) اور یہ تیرے پروردگار کی طرف سے بالکل سچی بات ہے اس میں ذرا شک نہیں پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے تجھے اس میں ذرا شک نہیں کرنا چاہیے وہ بھی اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور بس۔

آسمان پر اٹھائے جانے سے اشتباہ اور اس کا ازالہ

فرشتوں کی آسمان و زمین پر مسلسل آمد و رفت رہتی ہے تو کیا نعوذ باللہ من ذلک فرشتے خدا بن گئے ؟!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں جسم اور روح کے ساتھ آسمانوں میں گئے ہیں، تو کیا حضور آسمانوں میں جانے سے خدا بن گئے ؟ نہیں! حضور واپس زمین پر تشریف لائے اور وقت مقررہ پر حضور کی وفات ہوئی، پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جانے کی وجہ سے خدا کیسے بن سکتے ہیں ؟! ان کو بھی زمین پر واپس آنا ہے اور وقت مقررہ پر ان کو بھی موت آنی ہے۔

سوال: کیا انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے "ابنُ اللہ" کا لفظ یا حضرت عیسی مسیح کا خود کو "اللہ کا بیٹا" اور "اللہ کو اپنا باپ" کہنا مذکور ہے ؟

جواب: انجیل میں تحریف ہو چکی ہے حتمی و یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ

یہ لفظ و کلمہ اور اس قسم کی تعبیر اس میں موجود بھی ہے یا نہیں، اور اگر بالفرض انجیل کی نصوص کو اس باب میں تحریف و تبدیل سے محفوظ و سالم مان بھی لیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ زمانۂ قدیم میں "ابن" کا لفظ محبوب، مقرب اور مجتبی و برگزیدہ کے معنی میں استعمال ہوتا تھا چنانچہ عہد قدیم و جدید میں یہ محاورہ بکثرت شائع و ذائع تھا کہ اگر کسی شخص کو کسی شخص سے یا کسی شیء سے خصوصی تعلق ہوتا تو اس کو اس شخص کا بیٹا کہہ دیتے تھے مثلاً نیکوکاروں کو سلامتی کا بیٹا، بدکاروں کو شیطان کا بیٹا اور مسافروں کو راستہ کا بیٹا۔ پس انجیل میں حضرت عیسیٰ کے لئے "ابنُ اللہ" کا لفظ یا "عیسی مسیح کا خدا کو اپنا باپ" اور "خود کو اس کا بیٹا کہنا" محض بطور پیار و اخلاص اور خدا تعالیٰ سے خصوصی تعلق اور محبت کی بنیاد پر تھا۔ اور صرف اپنے نبی و پیغمبر ہونے کی خبر دینے کے طور پر تھا اور بس۔ ورنہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بذات خود اپنے آپ کو بکثرت ابنِ آدم کہا ہے۔ کما في الفوز الکبیر ص ۳۴:

"وجواب الإشكال الأول على تقدير صحة نصوص الإنجيل و انه ليس فيها تحريف أن لفظ الابن في العهد القديم كان مستعملا بمعنى المحبوب و المقرب و المجتبى كمايدل عليه كثير من القرائن في الإنجيل".

سوال: کیا موجودہ زمانہ میں عیسیٰ مسیح پر نازل ہونے والی انجیل موجود ہے؟

جواب: اناجیل موجودہ کی تاریخی حیثیت حد درجہ کمزور ہے، موافق و مخالف سب کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ اب حضرت عیسیٰ پر نازل شدہ اصلی انجیل کہیں نہیں۔ اور موجودہ زمانہ کی اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تلامذہ اور ان کے متعلقین کی یادداشت ہے، جس میں انہوں نے حضرت عیسیٰ کی تعلیم و تقریر اور ان کے حالات قلم بند کئے ہیں اور ان پر تو انجیل کا اطلاق بہت زمانہ بعد شروع ہوا ہے۔

سوال: اناجیل کل کتنی ہیں؟

جواب: کل چار انجیلیں مشہور ہیں جنہیں اناجیل اربعہ کہتے ہیں۔ (۱) انجیل مَتّی (۲) انجیل مَرقُص (۳) انجیل لُوقا (۴) انجیل یوحنّا

نشانِ صلیب

صلیب کا نشان بقول نصاریٰ وہ ہے جس شکل کی سولی پر حضرت عیسیٰ کو چڑھایا گیا تھا پس یہ صلیبی نشان ان کے عقیدۂ مصلوبیت ہی کی طرف مُشِیر ہے اور اس کے تعظیم و توقیر اور اس کی پرستش کی وجہ یہی عقیدۂ کفارہ ہے کیوں کہ صلیب ہی سب کے گناہوں کے معافی کا سبب بنی تھی اس لیے ان کے نزدیک یہ صلیب بہت مقدس ہے۔

اصطباغ

یعنی بَپتَسمَہ کی رسم یہ ایک قسم کا غسل ہے جو پیدا ہونے والے بچے اور دین نصرانیت میں داخل ہونے والوں کو دلایا جاتا ہے۔ نصاریٰ اسکو طہارت اور دین نصرانیت کا پختہ رنگ تصور کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ اور ان کی تعلیمات پر عمل و ایمان کی علامت قرار دیتے ہیں۔ یہ رسم ان کے نزدیک اتنی اہم ہے کہ اس کے بغیر نہ تو کوئی عیسائی بن سکتا ہے اور نہ ہی عیسیٰ مسیح کی مصلوبیت و قربانی اس کے لئے اس کی سابقہ خطا کا کفارہ بن سکتی ہے۔

درحقیقت اس رسم باطل کے پیچھے بھی ان کا عقیدہ کفارہ ہی کار فرما ہے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق بَپتَسمَہ لینے والا شخص گویا عیسیٰ مسیح کے واسطے

انہیں کی طرح مر کر دوبارہ زندہ ہوتا ہے اور یہ موت اسکے اس سابقہ خطا کا کفارہ بن جاتی ہے جو ابو الانسان حضرت آدم علیہ السلام سے اس میں منتقل ہوئی تھی۔ اس رسم بد کی ادائیگی کی یہ صورت ہوتی ہے کہ دین عیسائیت میں داخل ہونے والے شخص کو بپتسمہ کے حوض میں داخل کر کے اس سے اب، ابن، روح القدس کے متعلق عقائد عیسائیت کا اقرار لیا جاتا ہے بعد الاقرار حوض سے نکال کر اسے سفید کپڑا پہنا دیا جاتا ہے جو اس بات کی علامت سمجھا جاتا ہے کہ اس غسل کے ذریعہ یہ شخص اب اپنے تمام سابقہ گناہوں سے مثل اس سفید کپڑے کے پاک و صاف ہو چکا ہے۔ قرآن مقدس میں ان کی اس رسم باطل کی تردید اس آیت مبارکہ سے کی گئی ہے۔ "صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ "(البقرۃ/۱۳۸)(اے مسلمانو! کہہ دو کہ:) ہم پر تو اللہ نے اپنا رنگ چڑھا دیا ہے، اور کون ہے جو اللہ سے بہتر رنگ چڑھائے؟ اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق کچھ یکجا باتیں

آپ کا نام عیسی، کنیت ابن مریم، لقب مسیح، روحُ اللہ اور کلمۃُ اللہ ہے، آپ کے نانا حضرت عمران، ماموں ہارون اور نانی حضرت حنّہ بنت فاقوذ ہیں، حضرت زکریا علیہ السلام آپ کے خالو اور حضرت یحییٰ علیہ السلام آپ کے خالہ زاد بھائی ہیں ، والدہ محترمہ آپ کی حضرت مریم ہیں جو ایک مبارک اور گوناگوں صفات و خصوصیات کی حامل خاتون ہیں، جن کے تذکرے سے قرآن پُر ہے جن کے نام کی قرآن کی ایک سورت سورۂ مریم ہے، قرآن کریم میں جن کا لقب صدیقہ مذکور ہے، جو دنیا جہان کی تمام عورتوں سے افضل تھیں، بعد الولادت ان کا نشو نما غیر

عادی طور پر ایک دن میں سال بھر کے برابر ہوتا تھا، بوقتِ ولادت مَسِّ شیطان سے وہ محفوظ رہیں، حضرت ذکریا علیہ السلام کی خصوصی تربیت میں پروان چڑھیں ، بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کی گئیں، وہ عند اللہ مقبول و برگزیدہ تھیں اور ایسی صاحب کرامت پاک باز خاتون تھیں کہ ان کے واسطے غیب سے خدائی رزق آتا تھا، فرشتے ان سے کلام کرتے تھے اور وہ بحکمِ الٰہی بغیر کسی مرد کے ہاتھ لگائے حاملہ ہوئیں۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش باپ کے بغیر صرف ان کی کنواری ماں حضرت مریم کے ذریعے ہوئی، بوقتِ پیدائش آپ علیہ السلام مسِّ شیطان سے محفوظ رہے، پیدا ہوتے ہی آپ نے اپنی ماں سے تہمتِ زنا کو دور و صاف کرنے کے لئے لوگوں سے دانشمندانہ کلام فرمایا، آپ کی بعثت بنی اسرائیل کی اصلاح کی خاطر ہوئی تھی، آپ انبیائے بنی اسرائیل میں سب سے آخری نبی ہیں، آپ نے اپنے متصلاً بعد نبی آخر الزماں، خاتم الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد کی بشارت سنائی، آپ مُردوں کو زندہ، اندھوں کو بینا اور کوڑھ زدہ مریضوں کو چنگا کر دیا کرتے تھے، مٹی کے بنے پرندے آپ کی پھونک سے زندہ ہو کر اڑنے لگتے تھے، یہود آپ کے قتل کے درپے ہوئے اور برائے قتل جمع بھی ہوئے لیکن اللہ تعالی نے آپ کو یہودیوں کے نرغے سے بحفاظت زندہ آسمان پر اٹھالیا، آپ اپنے جسم اطہر کے ساتھ زندہ آسمان پر موجود ہیں، قربِ قیامت زمانۂ مہدی میں قتلِ دجال کے لیے اتریں گے، آپ کے اترنے کی جگہ دمشق ہے آپ دمشق کے مشرقی سمت سفید منارے کے پاس حضرت مہدی کے قریب، دو فرشتوں کے سہارے نماز فجر کے وقت اتریں گے، اس دن کی نماز فجر حضرت مہدی کی امامت میں ادا فرمائیں گے، دو ہلکے زرد رنگ کی چادریں آپکے جس میں

مبارک پر ہوں گی، آپ ایک ذرہ زیب تن کریں گے بعض روایت کے مطابق ایک لمبی ٹوپی بھی آپ کے سر پر ہو گی، ایک نیزہ اور دو ہلکی پھلکی تلواریں آپ کے پاس ہوں گی، نیزے سے آپ دجال کو ٹھکانے لگائیں گے خنزیر کو قتل کریں گے یعنی نصرانیت کو مٹائیں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے یعنی صلیب پرستی ختم کریں گے، جزیہ و ٹیکس لینا بند کریں گے، آپ صرف اسلام لانے ہی پر راضی و خوش ہوں گے، آپ اپنی سابقہ نبوت پر برقرار رہتے ہوئے دین محمدی و مذہب اسلام پر خود بھی عمل کریں گے اور دوسروں کو بھی اسی کی دعوت دیں گے اور جو کوئی مذہبِ اسلام سے روگردانی کرے گا اسے جہنم رسید کر دیں گے، قتلِ دجال کے بعد آپ ہی کے دور میں فتنۂ یاجوج ماجوج برپا ہو گا اور بالآخر وہ سب آپ ہی کی بددعا سے ہلاک و برباد ہوں گے۔

آپ کا زمانہ روحانی و مادی خیرات و برکات کا زمانہ ہو گا، مال و زر کی اتنی فراوانی و بہتات ہو جائے گی کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہو گا۔ غلہ، پھل، اناج اور دودھ میں بے پناہ برکت اور کثرت ہو گی، دلوں سے بغض، کینہ، حسد اور دشمنی دور کر دی جائے گی، زہریلے جانوروں کا زہر نکال دیا جائے گا، اور یہ سب برکات سات برس تک رہیں گی غرض یہ کہ آپ کا دور مسعود امن و سکون کا گہوارہ ہو گا، نزول کے بعد چالیس برس دنیا میں آپ کا قیام رہے گا آپ شادی بھی کریں گے، آپ کی اولاد بھی ہو گی، مقام فج روحا سے آپ حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے، روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر سلام بھی پیش کریں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلام کا جواب دیں گے، اسی زمین پر حضرت عیسیٰ کی وفات ہو گی اور وہ روضۂ اقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پہلو میں مدفون ہوں گے اور بروزِ حشر ایک ہی قبر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھیں گے، آپ کے حکم

کے مطابق آپ کے بعد مُقعد نامی ایک شخص کو خلیفہ بنایا جائے گا، آپ کا مقتول و مصلوب نہ ہونا بلکہ زندہ وسلامت آسمان پر اٹھالیا جانا اور قربِ قیامت نزول فرمانا اجماعی ومتفقہ عقیدہ ہے جس کا انکار موجبِ کفر ہے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے جیسے ان کی نبوت کا انکار و تکذیب کفر تھا اسی طرح بعدِ نزول بھی ان کا انکار موجبِ کفر ہو گا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالتفصیل ان کا حلیہ بیان فرمادیا ہے تاکہ بعدِ النزول لوگ باآسانی انہیں پہچان لیں اور انکار و تکذیب کی لعنت میں مبتلا نہ ہوں، وہ میانہ قد ہیں، رنگ ان کا گورامائل بسرخی ہے، سینہ چوڑا، بال سیدھے انتہائی سیاہ چمکدار جیسے غسل کے وقت ہوتے ہیں جس سے موتیوں کے مانند قطرے ٹپکیں گے، وجیہ وخوبرو، صحابہ میں سے عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے مشابہ ہیں،

العیاذ باللہ! ملعون یہودیوں نے آپ کو ولدُ الزنا قرار دے کر آپ کی نبوت ورسالت کی تکذیب کی، آپ کو مسیح ہدایت سمجھنے کے بجائے آپ کو مسیح ضلالت سمجھا اور اپنے گمانِ باطل کے مطابق قتل بھی کرڈالا۔

نصاریٰ کا آپ کے تعلق سے نعوذ باللہ من ذلک! یہ باطل عقیدہ و نظریہ ہے کہ آپ عینِ خدا ہیں یا ابن خدا، یا ثالثُ ثلاثہ ہیں اور اولاد آدم کے گناہوں کے کفارہ میں آپ مقتول و مصلوب ہوئے اور تین دن تک مردہ پڑے رہے پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھا لیے گئے، یہ دونوں فرقے حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر راہ حق سے بھٹک گئے، ان دونوں گمراہ فرقوں کے مقابلے میں فرزندانِ توحید و اہلِ اسلام کا قرآن و حدیث کی روشنی میں صاف وشفاف اور سچا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسی بحکمِ الٰہی بغیر باپ، کنواری وپاک باز خاتون حضرت مریم رضي اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے آپ ابن مریم ہیں نہ کہ ابنُ اللہ، اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اور اس کے رسول ہیں اور نہ کہ الٰہ یا

ثالث ثلثہ ، اللہ تعالی نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے اور قربِ قیامت دوبارہ دنیا میں قتلِ دجال کے واسطے بھیجے گا۔

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِىْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

(سورۃ مریم ۳۴/۳۵)

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعا وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابا

آمین یارب العلالمین

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

امان احمد قاسمی

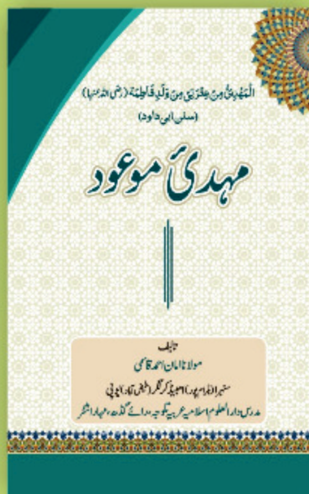
سنہرا (بلرام پور) امبیڈکر نگر (فیض آباد) یوپی

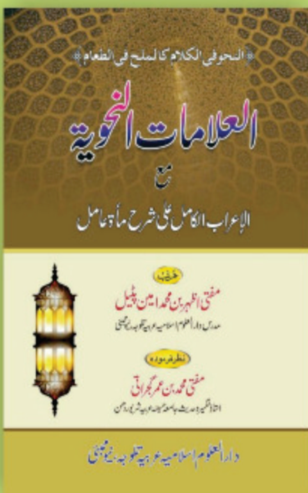
مدرس دارالعلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ، رائے گڈھ، مہاراشٹر

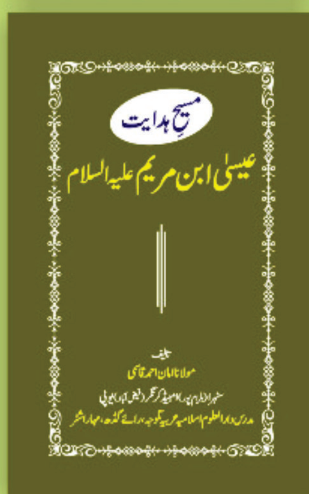
مراجع

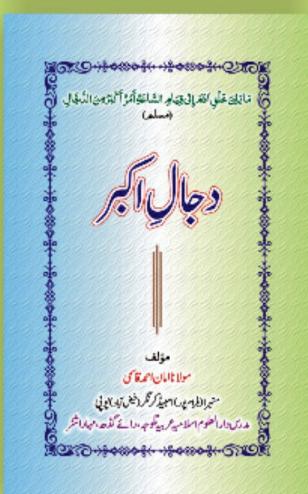
قرآن مجید
آسان ترجمۂ قرآن
جلالین
حاشیۃ الجلالین
جمالین
کمالین
تفسیر ابن کثیر
تفسیر کبیر
تفسیر قرطبی
معارف القرآن
انوار القرآن
صحاحِ ستہ
مشکوۃ
مصنف ابن عبد الرزاق
مسند احمد
البرزنجی
التذکرۃ للقرطبی
الاشاعۃ لاشراط الساعۃ
کنز العمال
فتح الباری
عارضۃ الأحوذي
التعلیق الصبیح
عقیدۃ الاسلام
الحاوي للفتاوی
خیر الفتاوی
فتاوی محمودیۃ
عیسائیت کیا ہے
ظہورِ مہدی
دنیا کب فنا ہو گی
دجال کون، کب، کہاں
علاماتِ قیامت
علمی خطبات
محاضراتِ علمیہ
مقدمہ عقیدۃ الاسلام
تلخیص الجبیر
المعجم الکبیر

دیگر تالیفات









M.K. Offset Printers (M) 9810093901